هدیۃ الاحیاء للاموات

زندوں پر مرنے والوں کے حقوق

محمد محبوب الرسول قادری

بزمِ انوارِ رضا

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم
وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم بارك على محمد وعلى
آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد

ھدیۃ الاحیاء للاموات

محمد محبوب الرسول قادری

بزمِ انوارِ رضا

۴/۱۹۸۔ جوھر آباد ضلع خوشاب پاکستان

پوسٹ کوڈ: ۴۱۲۰۰

نام کتاب : زندوں پر مرنے والوں کے حقوق
: ھدیۃ الاحیاء للاموات
تصنیف : محمد محبوب الرسول قادری
پروف ریڈنگ : قاری محمد علی قادری
کمپوزنگ : اقبال اعتبار
: فراز کمپوزنگ سنٹر' لاہور فون: 7352332
تاریخ اشاعت : ۱۲ اگست ۱۹۹۹ء
صفحات : ۹۶
ناشر : بزم انوار رضا ۔ ۴/۱۹۸ ۔ جوہر آباد
: ضلع خوشاب (پاکستان) پوسٹ کوڈ نمبر ۴۱۲۰۰
: فون: ۲۱۷۸۷-۰۴۵۴

ملنے کے پتے

- انوار رضا لائبریری ۔ بلاک نمبر ۴ جوہر آباد (پنجاب) پاکستان
- ادارہ معین الاسلام بیربل شریف ضلع سرگودھا

حسن ترتیب

اِلْاھداء

ناچیز اپنی اس کاوش کو بصد ادب و احترام

حضور شیخ الاسلام والمسلمین

قدوۃ السالکین، عمدۃ العارفین، پاسبانِ طریقت و شریعت، جانشین امام امت،

حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری صاحب قبلہ

دامت برکاتہم القدسیہ

زیب سجادہ درگاہ رضویہ آستانہ عالیہ بریلی شریف) کے اسم گرامی سے منسوب

کرتا ہے۔ ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

گدائے کوچۂ رضا

محمد محبوب الرّسول قادری
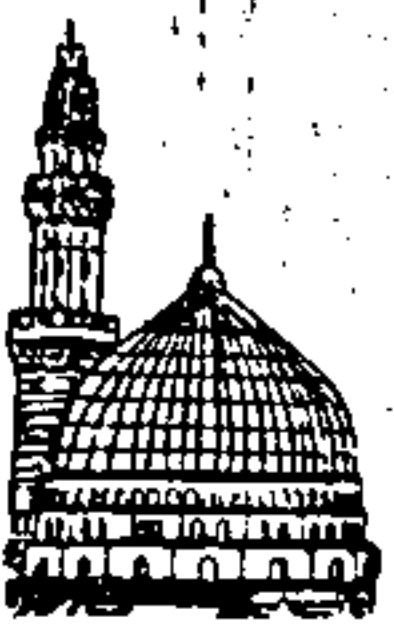
۴۔۱۹۸۔ جوہر آباد ضلع خوشاب۔ پاکستان

المدد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
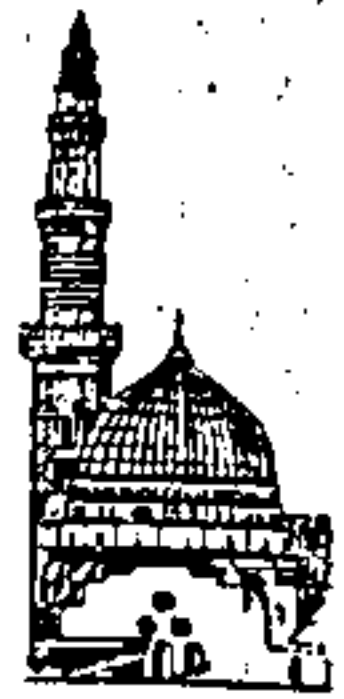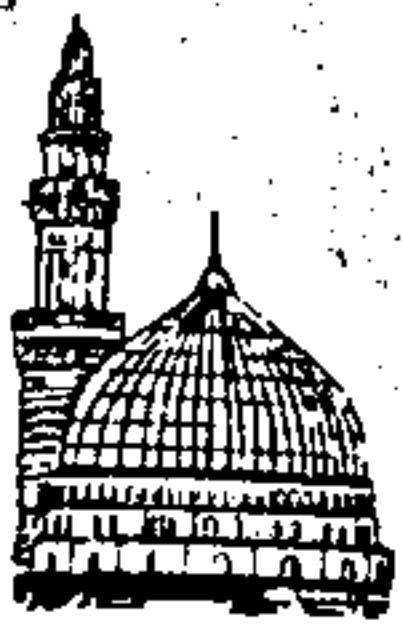
اپنی بات

انتشار و افتراق، بدامنی و منافقت کی یلغار نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور انتہا یہ ہے کہ دینی حوالے سے بھی ہم چھوٹے سے لے کر بڑے اہم معاملات و مسائل تک باہمی اختلاف رائے سے آگے بڑھ کر ضد و ہٹ دھرمی کی معراج کو چھو رہے ہیں۔ جو یقیناً اسلام کی منشا کے خلاف ہے۔ میں نے بڑی شدت سے محسوس کیا کہ خوشی تو خوشی ہے موت کے موقع پر بھی بعض مذہبی لیڈر اپنی اجارہ داری قائم رکھنے کے لیے اور ناموری کے حصول کی غرض سے نت نئے مسائل اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ گویا کوئی اسلام اور کفر کا مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے جس کے خلاف جہاد ان پر واجب ہے اور حضرت شور مچا کر اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔

موت ایک اٹل حقیقت ہے اور ہر آنے والا جانے ہی کے لیے دنیا میں آتا ہے۔ موت اور غم کے موقع پر معاشرے کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کا جمع ہونا بھی فطری تقاضا ہے اب ظلم یہ ہے کہ اکابرین اسلام اور مشاہیر امت کی راہ سے ہٹ کر نت نئے مسائل گھڑنے کے عمل کو دینی تحقیق کا نام دیا جا رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں بالخصوص نئی نسل کے قلوب و اذہان کو تشکیک کے دلدل میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ عذاب قبر اور ایصال ثواب جیسے مسائل کو متنازعہ بنانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ علامہ تفتازانی نے لکھا ہے "بعض معتزلہ اور روافض نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے کیونکہ میت محض بے جان جسم اور زندگی اور ادراک سے عاری ہے لہٰذا اسے عذاب دینا محال ہے (شرح العقائد، ص 7، علامہ مسعود بن عمر تفتازانی) اسی طرح آج کل کے بعض نام نہاد مواحد کہلانے والے ایصال ثواب کا انکار کر کے اپنے آپ کو روشن خیال سمجھتے ہیں اور اس کے قائلین کو "بنیاد پرست" گردانتے ہیں۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک مرنے کے بعد مرنے والے کو ایک قسم کی

زندگی دی جاتی ہے جس کے ذریعے وہ ثواب و عقاب کا ادراک کرتا ہے۔ ہم کس دور سے گزر رہے ہیں جب نماز جنازہ کے بعد دعا مغفرت کو ہی ناجائز قرار دیا جا رہا ہے۔

ان حالات میں میرے بعض احباب نے اس طرف متوجہ کیا کہ ان امور پر جمہور کی رائے کو یکجاء کر دیا جائے۔ 1992ء میں تقریباً" اسی موضوع پر میرا ایک کتابچہ "موت سے ایصال ثواب تک" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اسی میں اضافے کے ساتھ یہ کتاب "هدية الاحياء للاموات" "زندوں پر مرنے والوں کے حقوق" کے نام سے شائع کی جا رہی ہے امید ہے قارئین کرام پسند فرمائیں گے۔
اللہ کرے یہ کتاب میرے لیے اور جملہ قارئین کے لیے دین فہمی کا باعث بنے۔ اہل علم کی رائے کا مجھے شدت سے انتظار رہے گا۔

والسلام علیکم و رحمتہ اللہ

محبوب قادری
10 اگست 1999ء سوا تین بجے دن

چند سطور صاحب کتاب کے بارے میں

محمد نواز کھرل
ایڈیٹر ماہنامہ اخبار اہلسنت لاہور

نور ایمان سے چمکتی روشن پیشانی------ یقین کی روشنی سے چمکتی آنکھیں------ ادب' محبت اور اپنائیت میں ڈوبا میٹھا لہجہ------ چہرے پر اپنی عمر سے زیادہ متانت اور سنجیدگی کا پہرہ------ ایک متین' دردمند' فہیم' دانش مند' اور سلیقہ مند فرد------ سادگی اور شرافت کا مرقع------ وضع داری اور انکساری کا پیکر------ چہرہ مسکراتا ہوا------ آنکھیں سوچ سوچ کر بولتی ہوئیں------ ایک وسیع المطالعہ رائیٹر------ قادر الکلام مقرر چھوٹی عمر کا بڑا آدمی------ یہ ہیں عالمی دعوت اسلامیہ کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات' ماہنامہ سوئے حجاز لاہور کے مدیر منتظم اور بزم انوار رضا جوہر آباد کے بانی صدر------ ملک محبوب الرسول قادری------

جنہوں نے 32 سال قبل پانچ دریاؤں کی دھرتی پنجاب کے مردم خیز ضلع خوشاب کے مشہور شہر جوہر آباد کے ایک وضع دار اور روایتی اقدار کے پاسدار اعوان گھرانے میں آنکھ کھولی۔ محبوب الرسول قادری دعاؤں کے جھرمٹ میں پلا بڑھا۔ اور عجب شان سے لڑکپن کی وادیوں میں قدم رکھا۔ خود فراموشی کے عالم میں لکھا پڑھا اور خوشبو کے تعاقب میں جوانی کی دہلیز تک پہنچا۔ اور پھر یہ بلند آہنگ نوجوان اپنے زمانہ طالب علمی میں پاکستان کی طلبہ سیاست کا ایک اہم کردار بن گیا۔ جواں سال محبوب الرسول نے اسلام اور پاکستان سے ٹوٹ کر عشق کرنے والے

طلبہ کی سب سے بڑی تنظیم "انجمن طلباء اسلام" کے انقلابی پلیٹ فارم پر مسلسل دس سال تک و تاز کے دوران ناظم ضلع خوشاب سے مرکزی سیکرٹری اطلاعات تک مختلف عہدوں پر کام کیا۔ ایک فعال اور بے حد متحرک طالب علم رہنما کے طور پر ان کی جرات مندانہ جدوجہد کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کے اکہرے جسم کے اندر بجلیاں سی بھری ہوئی ہیں۔

انجمن طلباء اسلام سے فراغت کے بعد اس صاحب کمال، صاحب ذوق اور صاحب تدبیر، شیریں کلام نوجوان اور دین کے جواں عمر سپاہی نے بدعقیدگی، لادینیت اور گمراہی کا راستہ روکنے اور عشق رسول ﷺ پر مبنی فکر رضاؒ کے فروغ کے لیے اپنے شہر میں "بزم انوار رضا" کی بنیاد رکھی صاحب عمل و ادراک، منضبط جہان دیدہ اور مشاق محبوب قادری کی زیر قیادت اس چھوٹی سی تنظیم کی طرف سے اب تک مختلف اہم موضوعات پر 26 سے زائد پمفلٹ اور ضخیم کتب شائع کر کے ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کیے جا چکے ہیں۔ اس طرح ان کتابچوں میں شائع کی گئی۔ اثر انگیز تحریروں کی روشنی میں لاکھوں افراد اپنے عقیدے اور عمل کی اصلاح کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اب تک بزم انوار رضا کے زیر اہتمام بے شمار مذہبی اجتماعات، کانفرنسوں اور محافل کے انعقاد کے ذریعے لوگوں کو فکر و عمل کا زندہ اور سچا پیغام دینے کی تحریک جاری ہے۔ جہالت کی تاریکیوں میں علم کی روشنیاں عام کرنے کے آرزو مند محبوب الرسول نے تنظیمی زندگی کے ساتھ ساتھ میدان صحافت میں بھی ششدر کر دینے والے کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اب تک مختلف اخبارات میں ان کے 900 سے زائد مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ جب کہ مختلف موضوعات پر انہوں نے پچاس سے زائد مسودات تیار کر رکھے ہیں۔ جو تشنہ اشاعت ہیں۔

سینے میں محبت رسول ﷺ سے دھڑکتا ہوا دل اور ہاتھ میں چمکتا ہوا قلم لے کر میدان تصنیف و تالیف میں قدم رکھنے والے اس عدیم النظیر شخص کی تحریروں میں مجھے حضرت بلال ؓ کی اذان سنائی دیتی ہے۔ جو نمازیوں کے جسموں کو نہیں ان کی روحوں کو بلاتی ہے۔ محبوب الرسول قادری کے مضامین میں ایک ولولہ

تازہ اور جذبہ رندانہ نظر آتا ہے۔ ان کی تحریروں میں جان کائنات ﷺ کی ذات سے والہانہ محبت' سپردگی اور وارفتگی کا قلندرانہ اظہار ملتا ہے۔ دوز آباد بستی " جوہر آباد" میں مقیم یہ معرکے کا نوجوان دانشور تخلیقی سرمستی میں سرشار رہتا ہے۔ وہ گمراہی کے خلاف نظریاتی' صحافتی' نشریاتی محاذ پر------ایک لشکر ہے------ ایک فوج ہے------ایک سپاہ ہے------

اہلسنّت کو نئی عزت مندیوں سے سرفراز کرنے کی آرزوؤں سے بھرا ہوا دردمند دل رکھنے والے "محبوب الرسول قادری" کا شمار ان صالح اور باکردار جوانوں میں ہوتا ہے۔ جو اپنی ذات کو کالعدم کر کے نظریاتی بقاء کی جنگ لڑتے ہیں۔ جذبوں سے بھرے لفظ لکھنے والے' قوت خیال سے مالا مال اس باصلاحیت نوجوان کی خطابت کا جلال و جمال بھی دیکھنے اور سننے کے قابل ہے۔ ان کی تقریر سامعین کی آرزوؤں کا عنوان بن جاتی ہے۔ نجیب الطبع محبوب الرسول قادری نے صحافت اور خطابت کے ساتھ میدان سیاست میں بھی مجاہدانہ کردار ادا کیا ہے۔

ان کی جوانی "جے یو پی" کی دیوانی ہے۔ قائد اہلسنّت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی سے پہلی ملاقات میں ہی انہیں دل دے بیٹھے اور آج تک یہ نام ان کے دل کی لوح سے کوئی دوسرا سیاست دان نہیں کھرچ سکا۔ اس طرح یہ بانکا اور سجیلا سیاسی ورکر آج بھی جمیعت علماء پاکستان کا گنبد خضریٰ والا سبز پرچم اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے ہے۔

فکر رضاؒ کے عشق میں مبتلا "محبوب" کی فعال شخصیت کے جوہر دیکھ کر لوگ عش عش کر اٹھتے ہیں۔ اس ان تھک نوجوان کے بارے میں کہا جاتا ہے اور بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ نیند کے مختصر وقفے کے سوا سارا وقت روبہ عمل رہتا ہے۔ ہمیشہ متحرک اور برسرکار' انگریزی محاورے کے مطابق وہ محنت و ریاضت کے نشے میں مبتلا ہے۔ محنت کرنے کی عادت محبوب الرسول قادری کی فطرت میں گھلی ہوئی ہے۔ اسی بے پناہ محنت کے سبب اس نوجوان نے چھوٹی سی عمر میں شادکامیوں اور نیک نامیوں کے ڈھیر لگا دیے ہیں۔ بلا شبہ محبوب قادری جیسے نوجوان ہی تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ اور ایسے ہی نوجوان ہماری ملی و دینی تاریخ

کے ماتھے کا جھومر اور ہماری دھرتی کا ناز ہیں۔

ملک محمد محبوب الرسول قادری اپنے اندر تڑپتا ہوا آدمی ہے۔ وہ اپنی آرزوؤں کا ہم راز ہے' ہمارے ملک کی مذہبی تنظیموں کے ماحول میں ملک محبوب جیسے نوجوانوں کی موجودگی ایک انوکھی تازگی کا استعارہ ہے اور ہاں مجھے کہنے دیجئے کہ محبوب قادری تو اپنے ہی خوابوں کی تعبیر ہے۔ وہ خود اپنی تقدیر ہے۔ میں نے اپنے اس پیارے دوست کے اندر' اس کے من میں رتجگوں کی لو جلتی دیکھی ہے اور اب یہ لو الاؤ بنتی جا رہی ہے۔

نشان منزل

علامہ محمد منشا تابش قصوری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

حقوق اللہ اور حقوق العباد' لازم و ملزوم ہیں' جہاں حقوق اللہ کی بجا آوری ہر ایک پر واجب ہے اسی طرح حقوق العباد کی بجا آوری بھی لازمی امر ہے۔ جس طرح حقوق اللہ کی متعدد اقسام ہیں اسی طرح حقوق العباد بھی کئی قسموں پر منقسم ہے۔ حقوق والدین و اساتذہ' حقوق اولاد' حقوق زوجین' رشتہ داروں کے حقوق' ہمسائیوں کے حقوق' بڑوں کے حقوق' چھوٹوں کے حقوق' بڑے چھوٹے میں صرف عمر کا ہی معاملہ نہیں بلکہ ظاہری مناصب و عہدوں کے لحاظ سے بھی بڑے چھوٹے کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ جونئر اور سینئر کا سلسلہ تو رعایا سے لیکر سلطان وقت تک جا پہنچتا ہے جس طرح حکمران کو امور مملکت کی انجام دہی کے لئے وزراء' امراء اور مشیر حضرات کی خدمات حاصل کرنا ذمہ داری ہے اسی طرح حکام بالا کو اپنے حقوق کی انجام دہی میں امانت و دیانت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح رعایا پر آئین و قانون مملکت کی پابندی لازمی ہے۔

من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیر نافلیس منا حقوق العباد حقیقتاً حقوق اللہ ہی میں شامل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ رحم و کرم کرنے والا ہے اور اس کا مطالبہ بھی ہے کہ میری ہر مخلوق پر نرمی کا برتاؤ کرو۔ بخاری شریف کی ایک حدیث کا ترجمہ زبان زد عام ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

زندوں کے حقوق پر جس طرح دھیان دینا ضروری ہے اسی طرح جو مسلمان وصال کر جائیں ان کے حقوق کی ادائیگی بھی لازمی ہے۔

کفن و دفن کے ساتھ وصال شدہ مسلمانوں کے حقوق ختم نہیں ہو جاتے

بلکہ ان کے حقوق زندوں پر تاحیات ادا کرتے رہنا بھی شریعت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء لابدی امر ہے بلکہ جو مسلمان وصال کر چکے ہیں ان پر اعمال کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے مگر زندوں پر ان کے حقوق کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔

نماز جنازہ کی ادائیگی' بعداز جنازہ ان کی مغفرت کے لئے دعائیں کرنا۔ قبروں پر جا کر فاتحہ اور ایصال ثواب کرتے رہنا اور اکابر اسلام جنہوں نے خدمت دین متین میں اپنی عمریں نثار رکھیں ان کے تذکرے کرنا بھی حقوق العباد میں شامل ہیں۔ ایسے تمام امور ومسائل سے قواعد و ضوابط شرعیہ کے مطابق باحسن وجود عہدہ برآ ہونے کے لئے پیش نظر کتاب "ھدیۃ الاحیاء للاموت' نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔

محترم المقام جناب محبوب الرسول قادری زید مجدہ نے "زندوں پر مردوں کے حقوق" کے سلسلہ میں ایک نہایت جامع اور مدلل کتاب تصنیف کی ہے جو مردوں کے جملہ مسائل اور ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اس عمدگی سے لاہوار قلم کو چلایا ہے جو پڑھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ موصوف کے علم و قلم کو اور جلا بخشے اور ان کی اس کاوش کو دیگر تصانیف کی طرح شرف قبول سے نوازے ۔ امین ثم آمین بجاوطہ و یس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ و صحبہ و بارک وسلم

فقط

محمد منشا تابش قصوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ سبحانہ' و تعالیٰ ہی تمام تعریفوں کے لائق ہے کہ اس نے حسن مصطفیٰ ﷺ کی جلوہ گری کے لیے کائنات کو وجود بخشا۔ مختلف زمانوں میں انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے مختلف انبیاء و رسل کو مبعوث فرما کر بالاخر وجہ تخلیق کائنات جناب رسالت ماب حضور ﷺ کو ختم نبوت کا تاجدار بنا کر بھیجا۔ تاجدار ختم نبوت ﷺ کی تعلیمات اور قرآن کا نور صبح قیامت تک اہل ایمان کی راہبری کیلئے کافی ہیں۔ اور تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جس نے بڑے بڑے ظالم اور جابر لوگوں کی گردنیں موت کے ذریعے سے مروڑ دیں' اونچے اونچے تختوں پر اکڑ کر بیٹھنے والے بادشاہوں کی کمریں موت کے ذریعے سے توڑ دیں اور بڑے بڑے خزانوں کے مالکوں کی امیدیں موت کے ذریعے سے ختم کردیں۔ یہ سب لوگ ایسے تھے جو موت کے ذکر سے بھی نفرت کرتے تھے' لیکن اللہ کا جب وعدہ (موت کا وقت) آیا تو ان کو گڑھے میں ڈال دیا اور اونچے محلوں سے زمین کے نیچے پہنچا دیا بجلی اور قمقموں کی روشنی سے' نرم بستروں سے' قبر کے اندھیرے میں پہنچا دیا۔ غلاموں اور باندیوں سے کھیلنے کی بجائے زمین کے کیڑوں کے حوالے ہو گئے۔ اور اچھے اچھے کھانے اور پینے میں لطف حاصل کرنے کی بجائے خاک میں لوٹنے لگے اور دوستوں کی مجلسوں کی بجائے تنہائی کی وحشت میں گرفتار ہو گئے۔ پس کیا ان لوگوں نے کسی مضبوط قلعہ کے ذریعہ موت سے اپنی حفاظت کرلی' اس سے بچنے کے لئے کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرلیا۔ پس وہ ذات پاک ہے جس کے قہر اور غلبہ میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور ہمیشہ رہنے کے لئے صرف اسی کی تنہا ذات ہے' کوئی اس کا مثل نہیں۔ پس جب موت ہر شخص کو پیش آنے والی ہے اور مٹی میں جا کر ملنا ہے اور قبر کے کیڑوں کا ساتھی بننا ہے اور منکر نکیر سے سابقہ پڑنا ہے اور زمین کے نیچے مدتوں رہنا ہے اور وہاں بہت طویل زمانہ تک ٹھکانہ ہے اور پھر قیامت کا سخت منظر دیکھنا ہے۔ اس کے بعد معلوم نہیں جنت میں جانا ہے یا دوزخ ٹھکانا ہے تو نہایت

ضروری ہے کہ موت کا فکر ہر وقت آدمی پر مسلط رہے۔ محترم قارئین دنیا کی زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو جائے بہرحال ختم ہونے والی ہے اور اس کا مال و متاع چاہے کتنا ہی زیادہ ہو جائے ایک دن چھوٹنے والا ہے۔ شاید واصف علی واصف نے کہا تھا کہ

تجھ کو جانا ہے جہاں آباء گئے
جانے والے سب یہی فرما گئے

تو نے دیکھے ہیں جنازے بے شمار
تو نے کیا دیکھا نہیں اپنا مزار

تم لوگوں پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ رحم کرے۔ اپنی غفلت سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اپنی نیند سے بیدار ہو جاؤ اس سے پہلے کہ یہ شور ہو جائے فلاں شخص بیمار ہو گیا ہے' مایوسی کی حالت ہے کوئی اچھا حکیم بتاؤ' کسی اچھے ڈاکٹر کو لاؤ' پھر تمہارے لیے حکیم اور ڈاکٹر بار بار بلائے جائیں اور زندگی کی کوئی بھی امید نہ دلائے۔ پھر یہ آواز آنے لگے کہ اس نے وصیتیں شروع کر دیں' اس کی تو زبان بھی بھاری ہو گئی۔ اب تو آواز بھی اچھی طرح نہیں نکلتی۔ اب تو وہ کسی کو پہچانتا بھی نہیں۔ لمبے لمبے سانس بھی آنے لگے۔ کراہ بھی بڑھ گئی' پلکیں بھی جھکنے لگیں۔ اس وقت تجھے آخرت کے احوال محسوس ہونے لگیں گے' لیکن زبان تتلا گئی۔ اب کوئی بات کہہ بھی نہیں سکتا۔ بھائی بند اور رشتہ دار کھڑے رو رہے ہیں۔ کہیں بیٹا سامنے آتا ہے' بیوی سامنے آتی ہے مگر زبان کچھ نہیں بولتی' اتنے میں بدن کے اجزا سے روح نکلنا شروع ہو جاتی ہے اور آخر وہ نکل کر آسمان پر چلی جاتی ہے۔ عزیز و اقارب جلدی جلدی دفنانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ عیادت کرنے والے رو دھو کر چپ ہو جاتے ہیں۔ دشمن خوشیاں مناتے ہیں۔ عزیز رشتہ دار مال بانٹنے میں لگ جاتے ہیں اور مرنے والا اپنے اعمال میں پھنس جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے اس زندگی کی۔ جس کو گذرتے ہوئے تو آپ نے بھی یقیناً دیکھا ہو گا لیکن شاید اس کی ناپائیداری کو کبھی محسوس نہیں کیا۔ موت کا معاملہ نہایت سخت ہے اور ہم لوگ اس

سے بہت غافل ہیں۔ اپنے مشاغل کی وجہ سے اس کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ اگر کرتے بھی ہیں تو محض زبانی تذکرہ' جو مفید نہیں بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ دل کو سب سے فارغ کر کے اس طرح سوچے کہ گویا وہ سامنے ہی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اپنے عزیز و اقارب اور جانے والے احباب کا حال سوچے کہ کیوں کر ان کو چارپائی پر لے جا کر مٹی کے نیچے داب دیا ہے کوئی جو ان کی صورتوں کا' ان کے اعلیٰ منصوبوں کا خیال کرے اور غور کرے کہ اب مٹی نے کس طرح ان کی اچھی صورتوں کو پلٹ دیا ہو گا۔ ان کے بدن کے ٹکڑے الگ الگ ہو گئے ہوں گے۔ کس طرح بچوں کو یتیم' بیوی کو بیوہ اور رشتہ داروں کو روتا چھوڑ کر چل دیئے۔ ان کے سامان' ان کے مال' ان کے کپڑے پڑے رہ گئے۔ یہی حال ایک دن میرا بھی ہو گا۔ کس طرح وہ مجلسوں میں بیٹھ کر قہقہے لگاتے تھے آج خاموش پڑے ہیں۔ کس طرح دنیا کی لذتوں میں مشغول تھے۔ آج مٹی میں ملے پڑے ہیں۔ کیسا موت کو بھلا رکھا تھا آج اس کا شکار ہو گئے۔ کس طرح جوانی کے نشہ میں تھے۔ آج ہاتھ الگ پڑا ہے' پاؤں الگ پڑا ہے' زبان کو کیڑے چمٹ رہے ہیں' بدن میں کیڑے پڑ گئے ہوں گے۔ کیا کھل کھلا کر ہنستے تھے' آج دانت گرے پڑے ہوں گے۔ کیسی کیسی تدبیریں سوچتے تھے' برسوں کے سامان چنے تھے حالانکہ موت سر پر تھی' مرنے کا دن قریب تھا' مگر انہیں معلوم نہیں تھا کہ آج رات کو میں نہیں ہو گا۔ یہی حال میرا ہے آج میں اتنے انتظامات کر رہا ہوں کل کی خبر نہیں کیا ہو گا۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

حضور پرنور غوث العالمین غوث الثقلین سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرما دیا تھا کہ لوگو! خستہ قبروں پر غور کرو کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے

دنیا کی حقیقت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ کیا میں تمہیں دنیا کی حقیقت دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ حضور ﷺ مجھے ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے باہر ایک کوڑے کے ڈھیر پر تشریف لے گئے۔ جہاں آدمیوں کی کھوپڑیاں۔ نجاست' پھٹے ہوئے چیتھڑے اور ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا' ابوہریرہؓ یہ آدمیوں کی کھوپڑیاں ہیں۔ یہ دماغ اسی طرح دنیا کی حرص کرتے تھے جس طرح تم (سب زندہ لوگ) آج کل کر رہے ہو۔ یہ بھی اسی طرح امیدیں باندھا کرتے تھے جس طرح تم لوگ امیدیں لگائے ہوئے ہو۔ آج یہ بغیر کھال کے پڑی ہوئی ہیں اور چند روز اور گزر جانے کے بعد مٹی ہو جائیں گی۔ یہ نجاست وہ رنگ برنگ کے کھانے ہیں جن کو بڑی محنت سے کمایا' حاصل کیا' پھر ان کو تیار کیا اور کھایا اب یہ اس حال میں پڑے ہیں کہ لوگ اس سے (نفرت کر کے) دور بھاگتے ہیں (وہ لذیذ کھانا جس کی خوشبو دور سے لوگوں کو اپنی طرح متوجہ کرتی تھی آج اس کی انتہا یہ ہے کہ اس کی بدبو لوگوں کو اس سے متنفر کرتی ہے) یہ چیتھڑے' وہ زینت کا لباس (تھا جس کو پہن کر آدمی اکڑتا تھا آج یہ اس حال میں) ہے کہ ہوائیں اس کو ادھر سے ادھر پھینکتی ہیں' یہ ہڈیاں ان جانوروں کی ہڈیاں ہیں جن پر لوگ سواریاں کیا کرتے تھے (گھوڑوں پر بیٹھ کر مٹکتے تھے) اور دنیا میں گھومتے تھے۔ بس جسے ان احوال پر (اور ان کے عبرت ناک انجام پر) رونا ہو وہ ان کو دیکھ کر روئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سب (صحابہ کرام) بہت روئے۔

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگو! تم سمجھتے ہو کہ روٹی تمہارا پیٹ بھرتی ہے' تمہارا خیال ہے کہ پانی تمہاری پیاس بجھاتا ہے اور تم جانتے ہو کہ کپڑا تمہارا جسم ڈھانپتا ہے۔ حالانکہ اس طرح نہیں ہے روٹی تمہارا پیٹ نہیں بھرتی بلکہ اللہ تمہارا پیٹ بھرتا ہے روٹی کے ذریعے سے' پانی تمہاری پیاس نہیں بجھاتا بلکہ اللہ تمہاری پیاس بجھاتا ہے پانی کے ذریعے سے کپڑا تمہارا جسم نہیں ڈھانپتا بلکہ اللہ تمہارا جسم ڈھانپتا ہے کپڑے کے ذریعے سے--- اس لیے--- اللہ تعالٰی--- کی ذات پر توکل پیدا کرو۔ (سبحان اللہ۔ یہ ہیں صوفیائے کرام کی تعلیمات! کہ اپنے متعلقین و متوسلین اور ارادت مندوں میں کس طرح حکمت کے ساتھ فکر آخرت اور توکل

پیدا کرتے ہیں' رب کریم ہمیں بھی اولیائے کاملین کی محبت اور ان کی تعلیمات سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

قبر کی پکار اور موت کی یاد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک جنازہ کے ساتھ چلے۔ قبرستان میں پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ (کسی) قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں وہ نہایت فصیح اور صاف آواز کے ساتھ یہ اعلان نہیں کرتی کہ اے آدم کے بیٹے تو مجھے بھول گیا۔ میں تنہائی کا گھر ہوں' اجنبیت کا گھر ہوں' میں وحشت کا گھر ہوں' میں کیڑوں کا گھر ہوں' میں نہایت تنگی کا گھر ہوں' مگر اس شخص کے لئے (نہیں) جس پر اللہ تعالیٰ' مجھے وسیع بنا دے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

روزنامہ نوائے وقت کے معروف کالم نگار میاں عبدالرشید شہید اپنے مشہور زمانہ کالم "نور بصیرت" میں حدایق الاخیار الصنفہ محمد اسماعیل سکۃ فرغان بخارا کے حوالے سے حضرت خالد بن ولید کی روایت بیان کرتے ہیں کہ یمن کا ایک شخص بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا گھر دور ہے لہذا زیادہ وقت آپ کے ہاں نہیں گزار سکتا مجھے آپ چند امور کی طرف راہنمائی فرما دیں اس کے بعد اس نے جو سوالات پوچھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ بڑا آدمی بن جاؤں اس سلسلہ میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "موت کو بہت یاد کیا کرو۔"

موت کے متعلق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ یہ جہان فانی ہے اور ہر ذی روح کو بالآخر ضرور موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ نصاب انسانیت قرآن حکیم میں واضح اعلان ہوا۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔ ہر نفس (ذی روح) کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

دوسری جگہ اس کتاب انقلاب میں ارشاد فرمایا گیا۔ اے محبوب ﷺ آپ فرما دو کہ جس موت سے تم فرار ہوتے ہو۔ وہ ضرور تمہیں آئے گی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ موت کا کثرت سے ذکر کیا کرو کہ یہ لذت کو مٹاتی ہے۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ مشکوۃ)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ موت مومن کے لیے تحفہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ذیشان ہے کہ دنیا مسلمان کے لیے قید خانہ کی مثل ہے۔ اور عمل کی جگہ ہے جب وہ اس سے (دنیا سے) الگ ہو جاتا ہے تو وہ قید اور عمل سے نجات پا لیتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ دنیا کافر کے لیے جنت اور مومن کے لیے قید خانہ ہے اس دنیا سے مومن کے رخصت ہونے کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی کو قید خانہ سے رہا کر دیا جائے اور پھر وہ اپنی مرضی سے گھومے پھرے سیر و سیاحت کرے۔ امیر المومنین، مولائے کائنات، سیدنا حیدر کرار، مولا علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ارشاد فرمایا۔ مومن کے لیے موت خوشبودار پھول ہے۔

اللہ والوں کی موت

رحمت دو عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ موت بہتر ہے کیونکہ وہ محب کو محبوب سے ملا دیتی ہے۔ مولانا آسی نے خوب کہا کہ

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
قبر کی رات ہے اس گل سے ملاقات کی رات

آپ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ اس کے لیے موت محبوب بنا دے جس نے یہ جانا کہ میں تیرا رسول ہوں۔ (ﷺ) سبحان اللہ! آیئے ہم بھی دعا کریں۔

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صلی علیٰ کہتے کہتے

ان حقائق اور شواہد سے ثابت ہوا کہ موت کو ہمہ وقت یاد رکھنا ازحد ضروری ہے اس سے اعمال کی درستگی اور احوال کی صحت کا احساس رہتا ہے لیکن

کسی بھی صورت میں موت کی تمنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ آیئے یہ معلوم کرنے کے لیے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری دیں۔ مدنی کریم آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ تم میں سے کوئی بھی موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیک ہو گا تو اس کی نیکیاں بڑھیں گی اگر گناہ گار ہو گا تو ہو سکتا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرلے۔ (مشکوۃ شریف ۱۳۹) لیکن اہل ایمان کی یہ ہمہ وقت خواہش ہوتی ہے کہ ۔

الٰہی موت یوں آئے مدینے میں
نظر کے سامنے خیرالوریٰ کا آستانہ ہو

کیوں کہ ایسی موت پر تو ہزاروں زندگیاں قربان کی جا سکتی ہیں۔ ایسی ہی موت کے لیے کسی نے کہا تھا کہ

موت کو سمجھے ہیں ناداں اختتام زندگی
یہ ہے شام زندگی' صبح دوام زندگی

واصف علی واصف' اللہ والوں کی موت کا ذکر بڑے حسین اور مخصوص پیرائے میں یوں کرتے ہیں کہ ۔

مرد کامل ہے وہی جو منزلیں طے کر گیا
زندگی اس کی جو مرنے سے پہلے مر گیا

زندگی اور موت ہے اپنی خدا کے واسطے
مرد مومن ہے فقط صبر و رضا کے واسطے

حضرت شیخ محقق اللہ والوں کی حیات برزخی کے متعلق فرماتے ہیں کہ " انبیاء کرام حیات حقیقی دنیاوی سے زندہ ہیں اور اولیائے کرام حیات اخروی معنوی سے زندہ ہیں۔ (اشعۃ اللمعات : جلد ۳ صفحہ ۴۰۲)

اور سچ تو یہ ہے ایسی موت کی صورت میں فرشتہ اجل ہمیشہ کی زندگی دے کے جاتا ہے۔

اہمیت دعا

رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ دعا مانگنے

والے سے رب کریم خوش ہوتا ہے اور اس کو اپنی بے پایاں عنایات سے نوازتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دعا مانگنا عین عبادت ہے اور آپ ﷺ نے اس ارشاد کی وضاحت میں قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی کہ "تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھ سے دعا مانگا کرو۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ (ازراہ تکبر و غرور) میری عبادت سے سرتابی کریں وہ ضرور جنہم میں داخل ہوں گے اور ذلیل و خوار ہوں گے۔" مسلم شریف کی مشہور حدیث ہے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز سیدالعالمین ﷺ میرے پاس جلوہ افروز ہوئے۔ آپ متفکر نظر آ رہے تھے میں نے دیکھا کہ آقا کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے وضو فرمایا اور پھر کسی سے کوئی بات کیے بغیر مسجد میں منبر شریف پر تشریف فرما ہوئے۔ میں نے حجرہ مبارکہ کی دیوار کے ساتھ کان لگا کر سننا چاہا کہ آپ ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ میں نے سنا کہ حضور ﷺ نے رب کریم کی حمد بیان فرمائی اور پھر فرمایا کہ اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی باتوں کے فروغ کے لیے جدوجہد کرنے کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکنے کا حکم دیتا ہے اس وقت سے پہلے پہلے دعائیں مانگو۔ جب تمہاری دعائیں نامقبول ہوں گی اور اس وقت سے پہلے مانگ لو جب تمہیں عطا نہیں ہو گا۔ اور اس وقت سے پہلے امداد مانگو کہ جب میں تمہاری امداد نہ کروں گا (مقصد یہ ہے کہ فوراً" اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست دعا دراز کر دو ایسا نہ ہو کہ تمہاری روح تمہارے قفس عنصری سے پرواز کر جائے اور پھر تم دعا کرنے کے قابل ہی نہ رہو) اس کے بعد حضور ﷺ نے کچھ نہ فرمایا اور منبر شریف سے نیچے اتر آئے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ دعا کے سوا کوئی چیز تقدیر کے فیصلے کو بدل نہیں سکتی اور نیک عمل کے سوا کوئی چیز عمر کو بڑھا نہیں سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رب کریم کے نزدیک دعا سے زیادہ کسی شے کی کوئی وقعت نہیں دعا سے گناہ دھلتے ہیں۔ توبہ قبول ہوتی ہے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور تقدیریں بدل جاتی ہیں۔

رحمت یہ چاہتی ہے کہ اپنی زبان سے
کہہ دے گنہ گار کہ تقصیر ہو گئی

قبولیت دعا کا ایک ضابطہ اور اصول بیان کرتے ہوئے محبوب خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا سختی' مشکل اور مصیبت کے وقت قبول فرمائے اس کو چاہیے کہ وہ فراخی اور خوشحالی کے دنوں میں بھی خدا سے کثرت کے ساتھ دعا مانگا کرے۔ دعا مومن کا ہتھیار' دین کا ستون اور زمین و آسمان کا نور ہے۔ ایک مرتبہ عذاب میں مبتلا قوم کے قریب سے حضور اکرم ﷺ کا گذر ہوا۔ آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ اپنے رب سے عافیت کی دعا نہیں مانگتے تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں کوتاہی نہ کرنا کیونکہ دعا کرتے رہنے والوں پر کوئی ناگہانی مصیبت نازل نہیں ہوتی۔ دو افراد کے بارے میں حدیث پاک کے اندر مرقوم ہے کہ وہ دعا مانگ رہے تھے حضور ﷺ نے ان کے الفاظ سنے تو ارشاد فرمایا کہ تم جو چاہو مانگو تمہیں اللہ تعالیٰ ضرور عطا کرے گا۔ ایک دعا کرتے ہوئے بار بار یاارحم الراحمین اور دوسرا یا ذوالجلال والاکرام پکار رہا تھا۔

قبولیت دعا کے لیے اس کے اول و آخر درود پاک کا اضافہ کر لینا نہایت مجرب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا درود ضرور قبول فرماتے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ دعا سے پہلے کا حصہ (اگر درود ہو تو اسے) قبول کر لیا جائے اور دعا کو چھوڑ دیا جائے اور پھر آخری حصہ (درود پاک) قبول کر لیا جائے۔ بلکہ اس سلسلے میں درود پاک کی برکت سے اللہ تعالیٰ دعاؤں کو بھی شرف قبول عطا کر دیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رب کریم جس شخص پر دعا کہ دروازہ کھول دیتا ہے یعنی جسے دعا مانگنے کی توفیق مل جاتی ہے گویا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ رب کریم سے جتنی بھی دعائیں مانگو وہ قبول کرتا ہے لیکن اس کی پسندیدہ دعا یہ ہے کہ مانگنے والا اس سے دنیا و آخرت کی عافیت مانگے۔ دعا مانگنے والے سے رب کریم خوش ہوتے ہیں اور درود پاک کی طرح دعا کا بھی کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ جب چاہو دعا مانگو خداوند قدوس اس کو شرف قبول عطا کرتے ہیں۔ نماز کے بعد' کعبہ شریف کو دیکھتے ہوئے' روضہ نبوی کی حاضری کے وقت' آب زم زم پیتے ہوئے' جمعہ شریف کے دن دو خطبوں کے

درمیانی وقفے میں اور بعض روایات میں بروز جمعہ عصر سے مغرب کے درمیان مانگی جانے والی دعائیں جلد مستجاب ہوتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی تعلیم فرمودہ دعائیں جو زندگی کے لمحے لمحے میں انسان کے لیے راہنما ہیں انہیں زبانی یاد کرنا چاہیے اور عربی متن کے ساتھ ساتھ ان کے مفاہیم و معانی سے آگاہ حاصل کرنا دعا میں لذت و چاشنی پیدا کرنے کا موجب بن سکتا ہے۔

بڑا ہتھیار مومن کا دعا ہے
وسیلہ اس کا جو ہر کام کا ہے

بقیۃ السلف حجۃ الخلف حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خان قادری بریلوی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب "احسن الوعا لاداب الدعا" میں رقم طراز ہیں کہ منقول ہے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو خطاب ہوا۔ اے موسیٰ مجھ سے اس منہ کے ساتھ دعا مانگ جس سے تو نے گناہ نہ کیا۔ عرض کی۔ الہی وہ منہ کہاں سے لاؤں؟ (یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تواضع ہے۔ ورنہ؟ یقیناً ہر گناہ سے معصوم ہیں اور مقصود تعلم امت ہے) فرمایا۔ اوروں سے دعا کرا۔ کہ ان کے منہ سے تو نے گناہ نہیں کیا ہو۔

امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے بچوں سے اپنے لئے دعا کراتے تھے کہ دعا کرو عمر بخشا جائے۔"

اور صائم و حاجی و مریض و مبتلا سے دعا کرانا اثر تمام رکھتا ہے۔ ان تین کی حدیثیں تو فصل ہشتم میں آئیں گی۔ (حضرت مولانا مفتی نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ کتاب میں مفصل بیان ہے) اور مبتلا وہ جو کسی دینوی بلا میں گرفتار ہو۔ یہ مریض سے عام ہو ابوالشیخ نے کتاب الثواب میں ابودردا رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ اغتنموا دعوۃ المومن المبتلی مسلمان مبتلا کی دعاء غنیمت جانو)

دعا بعد از نماز جنازہ

قرآن حکیم میں ارشاد ہوا۔ والذین جاء وامن بعد ہم یقولون ربنا

اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان

(ترجمہ) جو ان کے بعد آئے وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور جو ہم سے پہلے ایمان لائے ان کی مغفرت فرما۔ اب فرمان الٰہی کے مطابق صرف اہل ایمان ہی اپنی اور اپنے سے پہلے اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ خواہ وہ کتنا ہی عرصہ پہلے کیوں نہ گذرے ہوں یعنی ان کی دعا کے لیے زندگی یا وفات کی کوئی قید نہیں۔ نیز یہ بھی پتہ چلا کہ زندوں کی دعا سے مردوں (مرنے والوں) کو نفع ہوتا ہے۔ مشکوۃ اور ترمذی کی مشہور حدیث ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔

مشکوۃ ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دعا ہی عبادت ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ دعا عبادت بھی ہے اور عبادت کا خلاصہ بھی' سبحان اللہ۔

سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد الٰہی ہے۔ رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا (ترجمہ) اے میرے رب! میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھ پر رحم کیا (یعنی مجھے پالا)

معلوم ہوا کہ اگر اس طرح دعا نفع بخش نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اولاد کو یوں حکم نہ فرماتا کہ وہ اپنے والدین کے لیے اس طرح دعا کرتے۔

یہ بھی یاد رہے کہ دعا کے لیے کسی وقت کی کوئی قید نہیں بلکہ دعا ہر وقت جائز ہے اور جو چیز ہر وقت جائز ہو وہ کسی جنازے کے بعد بھی جائز ہی ہوتی ہے ناجائز نہیں ہوتی۔ ہمیں اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ منکرین دعا بعد از جنازہ' کبھی تو غیر اللہ سے مدد مانگنے اور کبھی اللہ سے کسی وسیلہ کے ساتھ کچھ مانگنے کے خلاف شور مچاتے تھے اب براہ راست خدا تعالیٰ سے مغفرت مانگنے کے مخالف کیوں ہو گئے ہیں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ غور طلب امر یہ ہے کہ کہیں اندرون خانہ یہ کسی سازش کا نتیجہ تو نہیں۔

خدا سے دعا مانگنا کس کو بھلا نہیں لگتا؟ یہ معلوم کرنے کے لیے آیئے دربار رسالت میں حاضری دیں۔ تفسیر روح البیان پہلی جلد کے صفحہ ۵ کا مطالعہ

کیجئے۔

حضرت ابن عباس ﷺ راوی ہیں کہ ایک روز نبی پاک ﷺ اپنی مسجد سے نماز پڑھ کر نکلے تو شیطان کو کھڑا دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے شیطان تو میری مسجد کے دروازے پر کیوں آیا؟ اس نے کہا کہ مجھے خدا نے بھیجا ہے۔ فرمایا کس لئے؟ اس نے کہا کہ اس لیے تاکہ آپ ﷺ جو چاہیں مجھ سے پوچھیں۔

ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جو پہلا سوال کیا وہ یہ تھا کہ اے ملعون۔ تو میری امت کو نماز باجماعت سے کیوں روکتا ہے؟

اس نے کہا کہ اے محمد ﷺ جس وقت آپ کی امت نماز پڑھنے کے لیے نکلتی ہے تو مجھے سخت بخار ہو جاتا ہے اور تب اترتا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہو جائے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو میری امت کو علم اور دعا سے کیوں روکتا ہے؟ ابلیس کہنے لگا کہ جس وقت وہ دعا مانگتے ہیں تو میں اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہوں۔ میری یہ تکلیف اس وقت ختم ہوتی ہے جب وہ دعا مانگ کر فارغ ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جب مسلمان خدا سے دعا مانگیں تو ابلیس بہرا ہو جاتا ہے اور اندھا بھی ہو جاتا ہے چاہے یہ دعا نماز جنازہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو لیکن اس وقت ابلیس نے وضاحت نہیں کی تھی بلکہ مطلقاً" دعا ہی کہا تھا۔ یہ بھی پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے سے منع کرنا "یا" دعا نہ مانگنے کے لیے ورغلانا ابلیسی فعل ہے کیونکہ اہل ایمان کی دعا مانگنے سے ابلیس کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ آیئے مل کر دعا کریں۔ اے اللہ ہمیں شیطان لعین کے شر سے محفوظ فرما۔ آمین

مشکوۃ شریف باب صلوۃ الجنازہ فصل ثانی میں مرقوم ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء یعنی جب تم میت پر نماز (جنازہ) پڑھ لو تو اس کے لیے خالص دعا مانگو۔ یہاں "فا" سے مراد نماز جنازہ کے فوراً" متصلاً" بعد دعا مانگنا ہے۔

ان علیا صلی علی جنازۃ بعد ما صلے علیہ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک جنازہ پر نماز کے بعد دعا مانگی۔ اب جو واقعہ پیش کیا جا رہا ہے اس سے دعا بھی ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک

ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے جو غیب کا علم عطا ہوا ہے اس کی ایک مثال بھی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو دعوت اسلام دے کر اپنے قاصد کے طور پر بصرہ بھیجا ہے۔ ظالم بادشاہ نے نامہ مبارک کی بے ادبی کی اور حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے تین ہزار کا لشکر بصرہ روانہ کیا اور اس کا سپہ سالار حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ نیز فرمایا کہ اگر زید بن حارث شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا لینا اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا لینا جب وہ بھی شہید ہو جائیں تو جس کو چاہنا امیر بنا لینا۔ ادھر لشکر موتہ (بصرہ) کے لیے روانہ ہوا اور وہاں ایک لاکھ کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ ادھر حضور ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حالات جنگ بیان کرنا شروع فرمائے۔ فرمایا لو زید بن حارث رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

آنکھوں سے آنسو برسے اور پھر۔۔۔ فصلی علیہ رسول اللہ ﷺ ودعالہ وقا استغفر والہ۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور دعا فرمائی اور صحابہ سے فرمایا تم بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کرو۔ (بحوالہ فتح القدیر جلد نمبرا ص ۷۸۹)

صاحب بدائع صنائع نے اپنی کتاب کی پہلی جلد کے صفحہ ۳۱۱ پر لکھا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب نمازہ جنازہ پڑھا جا چکا تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ موقع پر پہنچے اور جنازہ میں شامل لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے اگر نماز جنازہ میں (مجھ سے) پہل کر لی ہے تو دعا میں (کم از کم) مجھ سے پہل نہ کرو یعنی مجھے دعا میں شریک ہونے دو۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا طریقہ تھا کہ وہ نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے الگ دعا بھی مانگا کرتے تھے تبھی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھہرو مجھے دعا میں شامل ہونے دو۔

حضرت مولانا مفتی محمد نقی علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب "احسن الوعا لاداب الدعا" میں فرماتے ہیں کہ جن اوقات میں دعا قبول ہوتی ہے ان میں

مجمع مسلمانان بھی ہے۔ علما فرماتے ہیں۔ جہاں چالیس مسلمان جمع ہوں۔ ان میں ایک ولی اللہ ضرور ہو گا۔ صحیح حدیث شریف میں ہے کہ ذکر خدا اور رسول کی مجلس میں ان کی دعاء پر فرشتے امین کہتے ہیں مسلمان میت کے پاس خصوصاً جب اس کی آنکھیں بند کریں۔ یہاں بھی حدیث شریف میں آیا۔ اس وقت نیک ہی بات منہ سے نکالو کہ جو کچھ کہو گے۔ فرشتے اس پر آمین کہیں گے۔ نبی ﷺ کی حدیث ہے رقت قلب کے وقت دعاء غنیمت جانو کہ وہ رحمت ہے۔ اخرجه الديلمی عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز جنازہ میں حاضرین عموماً چالیس سے زیادہ ہوتے ہیں اس وقت میت بھی حاضر ہوتی ہے اور رقت قلب بھی عموماً نصیب ہوتی ہے اس لیے یہ بھی قبولیت دعا کے اوقات میں سے ہے سو ضروری ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کی جائے۔ معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ مانگنے کی کا پراپیگنڈہ کرنے والے سخت غلطی پر ہیں اللہ تعالٰی ہر فتنے اور شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین

سوالات قبر اور حضور ﷺ کی جلوہ گری

ابوداود' حاکم' بیہقی اور احمدؒ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قبر میں دو فرشتے (نکیرین) آکر تین سوالات پوچھتے ہیں جو یہ ہیں۔

من ربک۔ تیرا رب کون ہے؟

جواب ہو گا۔ میرا رب اللہ ہے۔

ومادینک۔ تیرا دین کیا ہے؟

جواب ہو گا۔ میرا دین اسلام ہے۔

---------------پھر---------------

بگڑی بن جائے گی اور گوہر مراد ملے گا۔ والی و مالک دو جہاں' آئینہ جمال کبریا ﷺ کی تشریف آوری ہو گی۔ قبر میں حضور ﷺ آئیں گے اور وہ جگہ بقعہ نور بن جائے گی پھر نکیرین پوچھیں گے۔

ماھذاالرجل بعث الیکم و فیکم تم اس ذات کریم کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تم میں سے تمہاری ہی طرف مبعوث ہوا؟

اب اگر مومن ہے تو جواب میں کہے گا کہ یہ میرے آقا و مولا' ممدوح کبریا' رسول خدا ﷺ ہیں۔ اب اس کی قبر جنت کی کیاری بنا دی جائے گی اور اگر منافق لعین ہو گا تو لاجواب ہو گا اور کہے گا "لا ادری' لاادری" میں نہیں جانتا۔ میں نہیں پہچانتا۔ اس کے بعد مستحق عذاب ٹھہرے گا اور اس کی قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیا جائے گا۔ آیئے دعا کریں۔ اے اللہ قبر میں حضور ﷺ کی پہچان اور حشر میں سرکار دو جہاں' محبوب کبریا ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ آمین۔

مشہور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (موذن رسول) کے آخری وقت عجیب سماں تھا۔ وہ مسکرا رہے تھے اور ان کی رفیقہ حیات رو رہی تھیں۔ انہوں نے اپنی بیوی سے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگیں کہ اے میرے سرتاج! آپ کی جدائی کا وقت ہے میں تو اس لیے رو رہی ہوں۔ یہ سن کر عاشق رسول ﷺ سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ

نے فرمایا کہ چپ ہو جاؤ اور خوش ہو جاؤ۔ کیونکہ موت تو سرکار دو جہاں ﷺ سے ملاقات کا ایک بہانہ ہے اور حضور ﷺ کی زیارت سے سارے دکھڑے بھول جاتے ہیں اور غم غلط ہو جاتے ہیں۔ اس منظر کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی ﷺ نے بڑے خوبصورت انداز اور مخصوص لہجے میں ڈھالا۔ ملاحظہ ہو۔

قبر میں سرکارؐ آئیں تو میں قدموں میں گروں
فرشتے گر اٹھائیں تو میں ان سے یوں کہوں
میں پائے ناز سے اے فرشتوں کیوں اٹھوں؟
"مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے"
(صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

کسی اور شاعر نے اسی مفہوم کو یوں شعر کے قالب میں ڈھالا ہے کہ

سن لیا ہے کہ میری قبر میں وہ آئیں گے
اس لیے مرگ کے آنے کی ہے حسرت مجھ کو

تعین یوم
قل، چہلم، برسی، عرس وغیرہ

کسی بھی عمل کی حیثیت، شریعت مطہرہ کے ذریعے ہی معلوم ہو سکتی ہے اور سنت نبوی ہی معیار حق ہے۔ آج کل بعض ریڈی مید "علما" نے تعین یوم پر نہ جانے کیا کیا فتوے صادر فرما دیئے ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ سنت رسول ﷺ اور نبوی تعلیمات میں کہیں تعین یوم کی کوئی اصل موجود بھی ہے یا نہیں۔

مشکوۃ شریف کتاب الصوم التنطوع فصل اول میں ہے کہ حضور ﷺ ہر سوموار کو روزہ رکھتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا آپ ہر سوموار کو روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن ہم پر وحی کی ابتداء ہوئی۔ سبحان اللہ! سچ بتاؤ۔ ہر سوموار کو روزہ رکھنا دن کا تعین ہے یا نہیں ہے۔ یقیناً یہی تو تعین یوم ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ منانا اور یوم

وحی قرآن منانا سنت ہے۔ اسے بدعت کہنے والے سخت غلطی پر ہیں۔

نیز ولادت رسول ﷺ کی خوشی میں روزہ رکھنا (عبادت کرنا) بھی سنت سے ثابت ہوا۔ الحمد اللہ

تعین یوم کے سلسلہ میں یہ فرمان نبوی ﷺ بھی پیش نظر رہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ "رمضان کے روزے اور ہر ماہ تین روزے سینہ کی خرابی کو دور کرتے ہیں" حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس سے ہو سکے ہر ماہ ۳ روزے رکھے کہ ہر روزہ دس گناہ مٹاتا ہے اور گناہ سے ایسے پاک کر دیتا ہے جیسے پانی کپڑے کو پاک کر دیتا ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب مہینے میں تین روزے رکھنے ہوں تو ہر ماہ کی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کو رکھے سبحان اللہ مشکوۃ میں ہے حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "جس کسی نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کی زیارت جمعہ کے روز کی تو اس کی مغفرت کی جائے گی اور وہ نیک لوگوں میں شمار کیا جائے گا۔" سبحان اللہ۔۔۔۔ جمعہ کے دن کا تعین فرما کر رحمت کونین ﷺ نے نام نہاد اشکالات ختم فرما دیئے اور والدین کی زیارت کا حکم فرما کر والدین کے منصب و مقام کا تعین بھی فرما دیا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ بزرگوں کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا بھی منشائے دین ہے۔

شامی جلد اول باب زیارت القبور دیکھیے ابن ابی شیبہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ہر سال شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور ان کو سلام ارشاد فرماتے اور بعد ازاں چاروں خلفائے راشدین بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فتاوی الاوزجندی میں فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کو تیسرا دن تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پاس خشک کھجور اور دودھ لائے جس میں جو کی روٹی بھی تھی اس کو حضور ﷺ کے نزدیک رکھا حضور اکرم ﷺ نے اس پر سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھی اور اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے اور چہرۂ والضحیٰ پر پھیرے اور پھر حکم دیا کہ اسے لوگوں میں تقسیم کرو۔

یہی قل خوانی ہے اور اسے ہی تیجہ کہتے ہیں۔ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ محقق محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "مدارج النبوت" میں رقم طراز ہیں کہ تیسرے دن اہل میت کے گھر جانا دعائے خیر کرنا اور کھانا بھیجنا سنت ہے اس سبب سے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تیجہ کے دن آل جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں کی دلداری کی اور دعائے خیر خاص فرمائی اور کھانا بھی بھیجا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی رات (قبر میں) میت پر سخت ہے۔ لہٰذا اس کے لیے خیرات کرو اور چاہیے کہ سات دن تک میت کے لیے برابر صدقہ دیا جائے اور بعضوں نے کہا کہ ۴۰ روز تک میت کا میلان اپنے گھر کی طرف رہتا ہے (بحوالہ کشف الحجاب صفحہ ۲۰)

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرفعلی تھانوی کے پیرو پیشوا اور استاد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں رقم طراز ہیں کہ ہر سال اپنے پیرو مرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔ اسی فیصلہ ہفت مسئلہ کے ص ۱۸ پر لکھتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ زیارت قبور اکیلے اور جماعت کے ساتھ دونوں طرح جائز ہیں اور ایصال ثواب بذریعہ تلاوت قرآن اور تقسیم طعام بھی جائز اور مصلحت سے خاص تاریخ کو مقرر کرنا بھی جائز۔

مولانا اشرفعلی تھانوی دیوبندی اپنی حکایات اولیاء کے ص ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر سال بھر میں ایک مرتبہ تشریف لے جاتے آپ کے متعلقین بھی آپ کے ساتھ جاتے اور وہاں جا کر فاتحہ پڑھتے۔ فاتحہ کے بعد قرآن پاک یا مثنوی کا وعظ فرماتے اور وعظ کے بعد چنے یا الاچی دانے یا اور کچھ تقسیم فرما دیتے۔

اب بتایا جائے کہ ہمارے ہاں قل خوانی، دسواں، چالیسواں، برسی، عرس

مبارک یا حضور سیدنا غوث الثقلین، غوث اعظم، میراں محی الدین، الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی محفل گیارہویں شریف میں اس کے علاوہ کون سا نیا الگ عمل دہرایا جاتا ہے؟ یقیناً کوئی نئی بات نہیں ہوتی تو پھر معترضین کو خواہ مخواہ جھگڑا فساد کر کے قوم میں انتشار پیدا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ فسادی اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔ مقام غور ہے کہ قرآن حکیم ایک مرتبہ نازل ہوا تو ارشاد ہوا۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔

دوسری جگہ فرمایا۔ ان انزلنا فی لیلۃ القدر

اب منکرین تعین یوم ہر سال جشن نزول قرآن بڑے اہتمام سے مناتے ہیں ان کے مدارس میں سالانہ ختم بخاری شریف مختلف سالانہ جلسے اور تقریبات باقاعدہ پروگرام طے کرنے کے بعد مقرہ تاریخوں میں منعقد ہوتی ہیں لیکن صرف ایصال ثواب کے لیے مقرر کردہ تواریخ سے انہیں چڑ ہے اور اللہ واسطے کا بیر ہے اللہ رب العزت ان کے حسد اور کینہ کو ختم فرما کر شعور کی نعمت اور عقل کا نور عطا فرمائے۔ آمین

الحمد للہ۔ ایسے روشن براہین و دلائل کی موجودگی میں محفل قل خوانی دسواں چالیسواں، عرس، برسی، گیارہویں شریف وغیرہ کا انکار کرنا ضد اور ہٹ دھرمی کے بغیر کچھ نہیں۔ کیونکہ ان سب کی اصل ایک ہے۔

ایصال ثواب

سورہ نوح میں ارشاد الٰہی ہے کہ رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنات اے میرے پروردگار مجھے اور میرے والدین کو اور جو شخص ایمان لا کر میرے گھر میں (پناہ لینے) آیا اس کو اور تمام مسلمانوں مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جمیع مومنین و مومنات کے لیے دعا فرمائی خواہ زندہ ہوں یا مردہ، خطیب نے ضحاک کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس دعا میں حضور تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے تمام مومنین

و مومنات بھی شامل ہیں۔ کیونکہ نوح علیہ السلام نے قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے لیے دعا فرمائی ہے۔ شاید کسی کو گمان گزرے کہ نوح علیہ السلام کی شریعت تو منسوخ ہو چکی لہٰذا اب ان کا قانون یا دلیل بے سود ہے۔ تو آیئے سیرت رسول ﷺ کے حسین اوراق کی زیارت کریں۔ دربار رسالت سجا ہوا ہے۔ آنے والا آیا اور عرض کی اے رسول کونین ﷺ میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا اور میرا خیال ہے کہ اگر ان کو بولنے کی مہلت ملتی تو وہ صدہ (وصیت) کرتیں۔

اگر اب میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو ثواب ہو گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہاں (اس حدیث کو ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا اور بخاری نے اپنے چھٹے پارے کے "باب موت الفجاءہ البغۃ" میں نقل کیا) شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری نے اپنی شرح فیوض الباری فی شرح صحیح بخاری کے ص ۷ پر لکھا ہے کہ یہ پوچھنے والے صحابی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کی والدہ کا نام "عمرہ" تھا۔ ابوداود اور نسائی نے مزید لکھا کہ اس کے بعد پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول ﷺ (اس کے لیے کون سا صدقہ بہتر ہے)

ارشاد فرمایا--- پانی کا صدقہ کرنا (کیونکہ اس وقت پانی کی کمی تھی اور لوگوں کو پانی کی سخت ضرورت تھی)

اب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لیے ہے یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے۔ معلوم ہوا کہ جس دور میں مسلمانوں کو جس چیز کی زیادہ ضرورت ہو اس کا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے اور جس کے لیے صدقہ کیا جائے اس کے نام سے منسوب کرنا بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے۔

عہد حاضر میں ایصال ثواب کی بہتر صورت

معلوم ہوا کہ جس دور میں جس شے کی عوام کو ضرورت ہو اس کا صدقہ کرنا، خیرات کرنا، ایصال ثواب کرنا زیادہ بہتر ہے جیسے پانی نہ تھا حضور ﷺ نے صحابی

کو ضرورت کے مطابق پانی صدقہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اسی طرح قحط سالی کے سبب حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے لنگر خانے کھولے اور مساکین و غربا اور مستحقین کے لیے کھانے کا انتظام فرمایا۔ مختلف ادوار میں لوگ ایصال ثواب کے لیے سڑکیں، پلیں، سرائے، ہسپتال، شفا خانے وغیرہ بناتے رہے یونہی موجودہ دور میں جہالت اور بدعقیدگی کے خلاف جہاد کی اشد ضرورت ہے ایصال ثواب کے لیے مدارس میں قائم کیے جائیں تاکہ علم کا نور عام ہو اور مرنے والوں کو اس کا ثواب پہنچے۔

یونہی آج کے دور میں جب کہ غلیظ اور بے ہودہ لٹریچر کی بھرمار ہے اصلاح احوال کے لیے مثبت کتب کی عوام کو فراہمی ایصال ثواب کا بہترین ذریعہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول

جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ساری زندگی یہ معمول رہا کہ وہ مسلمانوں کی قبروں کے قریب سے گذرتے ہوئے رکتے' انہیں سلام کہتے اور پھر آگے روانہ ہوتے۔ اس سلسلہ میں امام غزالی علیہ الرحمتہ نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے کہ عن نافع ان ابن عمر کان لایمر بقبر احد الاوقوف علیہ وسلم یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس سے گذرتے تو ٹھہر جاتے اور سلام کہتے تھے۔

قبرستان جاکر سورۃ یٰسین پڑھنے کا حکم

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ یٰسین کے متعلق بیان فرمایا کہ جس دن اس سورۂ کو قبرستان جاکر پڑھا جائے تو اس دن سارے قبرستان والوں کے عذاب میں اللہ تعالیٰ کمی کر دیتا ہے ارشاد نبوی ہے۔ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل المقابر فقرأ سورۃ یٰسین خفف یومئذ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قبرستان جائے اور وہاں سورۃ یٰسین کی تلاوت کرے تو (اس کی برکت سے) سارا دن

قبرستان والوں کے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے۔

احمد' ابوداود' اور ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث نقل کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے دو خوبصورت بڑے سینگوں والے (موٹے تازے) مینڈھوں کی قربانی کی اور اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر ھذا عنی و عمن لم یضح من امتی۔۔۔۔ یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں سے اس کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔ مسلم شریف میں مرقوم ہے کہ پھریوں دعا فرمائی۔

اللھم تقبلھا من محمد و آل محمد و من امۃ محمد

(ترجمہ) اے اللہ قبول فرما۔ محمد کی طرف سے اور آل محمد کی طرف سے اور امت محمد ﷺ کی طرف سے اب اگر ثواب نہ پہنچتا تو حضور اقدس ﷺ اپنی آل اطہار اور پوری امت کی طرف سے قربانی کیوں کرتے؟ یہاں اعتراض قائم ہو سکتا ہے کہ یہ خاصا نبوی تھا کہ حضور ﷺ نے دوسروں کے لیے قربانی فرمائی۔ کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں۔ آیئے امیرالمومنین سیدنا حیدر کرار مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو دیکھیے۔ انہوں نے دو قربانیاں کیں۔ پوچھا گیا کیوں؟ تو فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں حضور ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کروں۔ اس لیے میں حضور ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہوں۔ (ابوداوز)

معلوم ہوا کہ دوسروں کے لیے صدقہ کرنا خاصا نبوی نہیں بلکہ اس کی اجازت عام ہے ایصال ثواب کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ذہن میں اشکال ہوا بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم اپنے وفات شدگان کے لیے صدقہ کرتے ہیں دعا کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں کیا ان کو اس کا ثواب پہنچتا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بے شک اس کا ثواب ان کو پہنچتا ہے اور وہ اس طرح خوش ہوجاتے ہیں جس طرح تم ایک دوسرے کو ہدیہ دو تو تم خوش ہوتے ہو۔ (سبحان اللہ) بحوالہ فتح القدیر ص ۳۰۹ جلد ثانی مطبوعہ مصر' عینی جلد ۴ صفحہ ۲۴۶' فیوض الباری فی شرح صحیح بخاری پارہ ششم صفحہ ۸)

ثابت ہوا کہ عبادت مالی ہو یا بدنی اس کا ثواب مردوں کو پہنچایا جا سکتا ہے

اور وہ اس ثواب سے خوش ہوتے ہیں اور انہیں نفع ہوتا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ مردہ قبر میں اس ڈوبنے والے کی طرح ہوتا ہے جو اپنی جان بچانے کے لیے (ہر طرف سے) مدد کا طالب ہوتا ہے۔ اسی طرح مردہ عذاب سے بچنے کے لیے اپنے ماں' باپ' بھائی یا دوست وغیرہ کی دعاؤں کا انتظار کرتا ہے۔

علامہ عینی شرح ھدایہ کے باب الحج میں فرماتے ہیں کہ بے شک مسلمان ہر زمانہ میں جمع ہو کر قرآن کریم پڑھتے رہے ہیں اور اس کو ثواب مردوں کو پہنچاتے رہے ہیں' اسی بات پر (صلاح و دیانت والے) مذہب مالکی اور شافعی وغیرہ متفق ہیں اور اس سے کوئی انکار نہیں کرتا اور اس پر اجماع امت ہو چکا۔ امام جلال الدین سیوطی' ملاعلی قاری' رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کشف الحجاب فی مسئلہ ایصال ثواب میں علامہ سید امیر اجمیری رحمۃ اللہ علیہ مولانا (چشمہ وی) رقم طراز ہیں کہ انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان کا کوئی قرابت دار وفات پا جاتا تو وہ اس کے انتقال کے بعد اس کی قبر پر جاتے تھے اور قرآن مجید پڑھتے تھے۔

کان الانصار اذامات لھم المیت اختلفو الی قبرہ و یقرون القرآن ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قبرستان جائے اور پھر سورہ فاتحہ' سورہ اخلاص اور سورۃ التکاثر پڑھے پھر کہے کہ اے خداوند! جو کچھ میں نے تیرا کلام پڑھا اس کا ثواب قبروں والے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو پہنچا۔ تو وہ لوگ (مردے) خدا کے یہاں اس (پڑھنے والے) کے سفارشی ہوں گے۔

جب تورات کی تلاوت سے عذاب اٹھ گیا

صاحب روح البیان نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ ایک قبرستان سے گزر رہے تھے آپ نے دیکھا کہ ایک قبر پر عذاب ہو رہا ہے (اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور مرسلین کو یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ ایسی چیزوں کو ملاحظہ فرما لیتے ہیں) جن کا عام شخص تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپ کو خیال گزرا کہ واپسی پر اس کے لیے دعا کریں گے۔ آپ واپس آئے تو دیکھا کہ اس پر سے تو نہ

صرف یہ کہ عذاب اٹھالیا گیا ہے بلکہ رحمت کی برسات ہو رہی ہے آپ نے تعجب کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے رب! یہ معاملہ کیا ہے؟ اس کی قبر جہنم کے گڑھے سے جنت کا باغ کیسے بن گئی؟ جواب ملا کہ اے میرے پیغمبر عیسیٰ ابن مریم! اس قبر والے کے بچے آج سے اپنے استاد کے پاس جا کر تورات کا پہلا سبق پڑھا ہے اس کے استاد نے اسے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھایا ہے تو مجھے اس بات کا حیا محسوس ہوا کہ اس کا چھوٹا بچہ تو مجھے رحمان اور رحیم کہے اور میں اسے عذاب میں مبتلا رکھوں پس میں نے اسے بخش دیا۔

آپ خیال فرمائیے کہ تورات کی تلاوت سے مرنے والے کو اس قدر نفع کہ وہ جہنم سے جنت میں پہنچ جائے اور الحمد اللہ ہم تو مسلمان ہیں اور ہمیں تو حضور سید عالم ﷺ کے طفیل ام الکتاب قرآن مجید عطا ہوا ہے اس کی تلاوت' مرنے والوں کو کتنا نفع دے گی۔ (اللہ اکبر) گویا اس کا انکار کرنے والے قرآن مجید کو تورات جتنی اہمیت بھی نہیں دیتے۔ (اللہ محفوظ فرمائے)

ایصال ثواب کا نبوی حکم

امیر المومنین باب مدینۃ العلم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قبرستان گیا اور اس نے گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب وفات شدگان کو بخش دیا تو اس کو ان فوت شدگان کی تعداد کے مطابق اجر ملے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں سورہ یٰسین پڑھے تو مردوں کے عذاب میں تخفیف اور ان کی تعداد کے مطابق پڑھنے والے کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (شرح الصدور ص ۲۹۴)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ (ہر ایک کو چاہیے کہ وہ) ایک سو مرتبہ درود پاک' ستر مرتبہ استغفار اور کچھ قرآن مجید کا حصہ پڑھے پھر والدین' پیر' استاد' اپنے دوست' احباب اور سب مومنین و مومنات کی

روح کو بخشے۔ (انتباہ فی سلاسل اولیاء ص ۱۱۶)

ایصال ثواب کرنے کی سفارش

جلیل القدر صحابی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب کی خبریں بتانے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو اور سورۂ اخلاص اور سورۃ التکاثر پڑھے اور پھر اس کا ثواب قبرستان والوں کو بخش دے تو تمام مردے یوم حشر اس ایصال ثواب کرنے والے کے حق میں سفارش کریں گے۔ (تذکرۃ الموتی ص ۹۱)

ایصال ثواب پر مشاہیر امت کا اتفاق

احیاء العلوم میں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص قبرستان میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ وہ سورۂ فاتحہ' سورہ اخلاص' سورہ فلق اور سورہ الناس پڑھ کر اس کا ثواب وفات شدگان کو پہنچائے اسی طرح شرح الصدور (ص ۲۹۳) میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ قبر کی زیارت کرنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ زیارت کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کرے اور پھر دعا کرے۔ فتاویٰ قاضی خان میں فقہاء کرام کا بتایا ہوا یہ نسخہ موجود ہے کہ اگر کوئی شخص میت کو اپنے آپ سے مانوس کرنا چاہے تو اس کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ قبر کے پاس جا کر قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ حضرت حماد مکی راوی ہیں کہ ایک رات مکہ مکرمہ کے قبرستان میں قرآن پاک پڑھتے پڑھتے مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا خواب میں سارے اہل قبور کو حلقہ در حلقہ کھڑے دیکھتا ہوں اور پھر پوچھتا ہوں کہ کیا قیامت قائم ہو گئی ہے؟ جواب ملتا ہے نہیں قیامت قائم نہیں ہوئی بلکہ ہمارے ایک بھائی نے سورہ اخلاص پڑھ کر ہمیں ایصال ثواب کیا تھا ہم ایک سال سے وہ ثواب تقسیم کر رہے ہیں۔

کلمہ طیبہ نجات کا سامان

ترمذی شریف میں حدیث نبوی ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو "لا الہ الا

اللہ" کہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھل جائیں یہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش الٰہی تک پہنچتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

طبرانی اور احمد میں روایت ہے کہ صحابہ کو حضور کریم ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ کلمہ طیبہ کو کثرت سے پڑھ کر ایمان کی تجدید کرتا رہا کرو یعنی ایمان تازہ کرتے رہا کرو۔ حدیث نبوی ہے کہ کلمہ طیبہ کا اقرار جنت کی کنجی ہے اس کلمہ کا دن یا رات میں ایک مرتبہ پڑھنا اعمال نامہ سے برائیوں کو مٹاتا ہے اور نیکیوں کو بڑھاتا ہے۔ بیہقی میں ارشاد نبوی ہے کہ کلمہ توحید والوں پر نہ تو قبر میں وحشت ہو گی اور نہ ہی میدان محشر میں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچنے میں ہر عمل کے لیے حجاب ہے مگر نہ تو کلمہ توحید لا الہ الا اللہ اور رب کریم کے درمیان حجاب ہے اور نہ ہی بیٹے کے حق میں باپ کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب ہے گویا یہ مبارک کلمہ تو نجات کا سامان ہے۔

احادیث مبارکہ میں ۷۰ ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے کے فضائل مرقوم ہیں شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب مجھے یہ حدیث پہنچی کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ کلمہ پڑھے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لیے اتنی تعداد میں کلمہ شریف پڑھا جائے اس کی بھی مغفرت ہو گی۔ تو میں نے ۷۰ ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھ لیا۔ اس کے بعد میں ایک ایسی محفل میں گیا جہاں ایک شخص تھا اور اس کا کشف بہت مشہور تھا وہ شخص رو رہا تھا میں نے پوچھا کیوں روتا ہے اس نے کہا میں اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں۔

امام ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دل ہی دل میں اپنا ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا کلمہ شریف اس کی ماں کو بخش دیا۔ اب اسی لمحے وہ شخص ہنسنے لگا اور کہنے لگا اب میں اپنی ماں کو اچھی جگہ دیکھتا ہوں۔

امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کی صحت اس جوان کے کشف سے اور اس کے کشف کی صحت اس حدیث مبارکہ سے پہچان لی۔ (ملفوظات مہریہ از حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ)

سوالاکھ کلمہ طیبہ پڑھنے سے نجات ہو گی

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق واقعہ مشہور ہے کہ آپ بیٹھے تھے آپ کی مجلس میں ایک شخص کا رنگ متغیر ہو گیا اور سخت پریشانی کے عالم میں وہ رونے لگ گیا۔ آپ نے پوچھا تیرے رونے کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا میری ماں کی قبر پر عذاب ہو رہا ہے آپ نے سوا لاکھ کلمہ شریف جو پہلے سے پڑھ رکھا تھا۔ دل ہی دل میں اس کی ماں کو بخش دیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ رونے والا شخص مسکرا رہا تھا۔ آپ نے پھر (اس سے) مسکرانے اور مسرت و خوشی کا سبب پوچھا تو کہنے لگا کہ اب میری ماں جنت میں سیر کر رہی ہے۔ اس پر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر فرمایا۔ سچ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "جس نے سوالاکھ کلمہ شریف پڑھ کر میت کو بخشا تو اللہ تعالیٰ گناہ گار میت سے عذاب ہٹا لے گا اور نیک و سعید میت کے درجے مزید بلند فرما دے گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم"

(تبلیغی نصاب' باب فضائل ذکر' مصنفہ' مولوی ذکریا سہارنپوری)

ایصال ثواب صرف مسلمانوں کے لیے ہے

ابوداؤد کی حدیث ہے کہ حضرت عمر بن شعیب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی سے روایت کی کہ عاص بن وائل نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں اور اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے۔ اس کے دوسرے بیٹے عمرو نے جب باقی پچاس آزاد کرنا چاہے تو کہا کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں گا۔ کیونکہ صحابہ کرام کے ہر کام کا منشاء رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصول ہوتا تھا۔ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ عرض کی یارسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور میرے بھائی ہشام نے ۵۰ غلام آزاد کر دیئے ہیں کیا باقی پچاس غلام میں آزاد کر دوں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے اور وہ اسے پہنچتا۔ (اب ضرورت نہیں) معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کے لیے ایصال ثواب نہ تو جائز ہے اگر کیا جائے تو بے سود ہے غیر مسلموں کو ہرگز نہیں پہنچتا۔ اس لیے ایصال ثواب کرنے والے اور جس کو

ایصال ثواب کیا جائے دونوں کا حضور سید عالم ﷺ کا غلام اور پکا سچا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

لمعات میں شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ اس سے پتہ چلا کہ کافر کو صدقہ بھی نفع نہیں پہنچاتا اور نہ ہی اس کی نجات ہو سکتی ہے۔ جبکہ مسلمان کو عبادت (مالی ہوں یا بدنی) نفع بھی پہنچاتی ہیں اور نجات کا ذریعہ بھی بنتی ہیں۔

حیات اولیائے کرام سے متعلق تھانوی موقف

مولانا اشرفعلی تھانوی قبروں میں موجود اولیائے کرام کے روحانی تصرفات کے متعلق رقم طراز ہیں کہ

"اسی طرح اس امت کے نیک بندوں کی کرامتیں بھی اس امت کے نبی ﷺ کے معجزوں کے تتمے ہیں اور اولیائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ کا وجود حضور اقدس ﷺ کے ہمیشہ رہنے والے معجزات ہیں کہ انہی کی برکت سے لوگوں کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں' انہی کی بدولت شہروں سے بلائیں دفع کی جاتی ہیں' انہی کی دعاؤں سے حق تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور انہی کے وجود کی برکات سے عذاب دفع کیے جاتے ہیں۔"

(جمال الاولیاء' ص ۲۸' از اشرفعلی تھانوی)

"اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں ہے' صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے' فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہو گا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا' فرمایا (حضرت صاحب نے) کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا۔" (امداد المشتاق' ص ۱۱۳' از تھانوی)

"آپ نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا' انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت! میں بہت پریشان' روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روزانہ ملا

کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا' وہ شخص بھی حاضر تھا' اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقررہ پائین قبر سے ملا کرتا ہے۔ یہ من جملہ کرامات کے ہے۔"

(امداد المشتاق' ص ۱۱۷' از تھانوی)

اہل قبور سنتے بھی ہیں اور جانتے بھی ہیں

ہمارے ایک دینی بھائی صاحبزادہ حافظ طاہر سلطان قادری کو غیر مقلدین نے ایک پمفلٹ تھمایا جس کا عنوان تھا کہ "کیا مردے سنتے ہیں؟" اور اس پمفلٹ میں بتوں کے لیے نازل ہونے والی آیات اولیائے کرام پر چسپاں کر دی گئیں اور لایعنی اعتراضات اور بے معنی بحث تھی۔ اس حوالے سے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

جن سے پتا چلتا ہے کہ مرنے کے بعد قبروں میں بھی مردے سنتے بھی ہیں اور جانتے بھی ہیں۔

"(ابو عبداللہ محمد بن الحسین عبد عبدویہ) آپ کی وفات ۵۲۴ھ میں ہوئی ہے اور اسی جزیرہ میں اپنی مسجد کے برابر دفن ہوئے ہیں اور آپ کی تربت' برکت و فضل میں وہاں کی مشہور تربتوں میں ہے' ان بزرگ کے آثار و برکات اس مبارک جگہ ظاہر ہوتی رہتی ہیں اور نیک بندوں کا ملجاو ماویٰ ہے۔"(جمال الاولیاء' ص ۹۵' از مولانا تھانوی)

"بات یہ ہے کہ جب کوئی کامل اس دنیا سے گزر جاتا ہے تو عوام یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بزرگ دنیا سے نابود ہو گئے' حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس موت کے بعد اس کامل کا وجود عرض و جوہر کے مرکب سے نکل کر سرتاپا جوہر ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ اپنے کمال میں اور قوی تر ہو جاتا ہے۔" (فیوض الحرمین (اردو) ص ۱۴۴' از حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی' مطبوعہ دارالاشاعت' کراچی ۱۴۱۴ھ)

"محمد بن ابی بکرالحکمی) ان کی کرامتوں میں یہ بھی ہے جو امام یافعی کی روایت ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں رہنے کے واسطے آیا تھا مگر ان کی

وفات ہو چکی تھی' آپ قبر سے نکلے اور اسے بیعت کر لیا۔"

(جما الاولیاء ص ۱۰۶' ج ۱)

"ابو سنان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے ثابت (بنانی) کو دفن کیا' دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ (بعد تدفین قبر میں) کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔"

(فضائل نماز' ص ۶۷' از شیخ محمد زکریا)

سماع موتی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

"تمام اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام اموات کے لئے جاننا اور سننا ثابت ہے۔ (جذب القلوب' فارسی' نو لکشور لکھنؤ ص ۲۔ ۲۰۱)۔

زیارت قبور

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ "تمام مومنوں کی قبروں اور ان کی روحوں کے درمیان ایک دائمی نسبت ہے جس کی بنا پر وہ زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور انہیں سلام کہتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام اوقات میں زیارت مستحب ہے۔ (جذب القلوب' فارسی' لکھنؤ ص ۲۰۶)

اکابرین دیوبند کو اہل قبور سے نفع ہونا

اکابرین دیوبند نے اپنے مختلف واقعات میں یہ تاثر دیا ہے کہ اہل قبور کے ساتھ ہمارے رابطے استوار ہیں اور ہمیں ان سے نفع ہوا۔ گویا ملاحظہ ہو۔ مولوی رشید احمد گنگوہی رقم طراز ہیں کہ

"میں (رشید احمد گنگوہی) شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مدت دراز تک بیٹھا ہوں اور مجھ کو شاہ صاحب نے تعلیم بھی کی ہے اور جو کچھ نفع ہوا ہے وہ حضرت حاجی صاحب اور شاہ عبدلقدوس صاحب ہی کا طفیل ہے۔" (تذکرۃ الرشید' ص ۱۸۹' ج ۲' مطبوعہ ادارہ اسلامیات' لاہور)

"جناب ممدوح (شیخ محمد صاحب تھانوی) کو حضرت والا (تھانوی) سے خاص تعلق تھا' یہاں تک بعد وفات بھی حضرت والا سے عالم رویا میں فرمایا کہ ہم کو تو تمہاری طرف اب بھی ویسی ہی توجہ ہے جیسی حیات بھی تھی۔" (اشرف السوانح' ص ۴۶'۳۶' ج ۱' مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ' ملتان' مرتبہ خواجہ عزیز الحسن)

"(ایک غیر مقلد نے تھانوی) سے دوسرا سوال یہ کیا کہ' کیا اہل قبور سے فیض ہوتا ہے؟ میں (تھانوی) نے کہا ہوتا ہے اور حدیث سے ثابت ہے' اس پر (وہ غیر مقلد) بہت چوکنے ہوئے۔ میں نے کہا کہ حدیث میں قصہ ہے کہ ایک صحابی نے قبر پر بھولے سے خیمہ لگا لیا تھا' مردہ (قبر میں) بیٹھا قرآن شریف پڑھ رہا تھا' انہوں نے سنا اور قرآن سننے سے ظاہر ہے کہ ثواب ہوتا ہے تو یہ فیض اہل قبور ہی سے ہوا۔"

(افاضات یومیہ حصہ ششم' ص ۴۲۹)

فاتحہ خوانی اور شیرینی کے متلق گنگوہی موقف

دیوبندی عمارت کے دوسرے بڑے ستون مولوی رشید احمد گنگوہی فاتحہ' ایصال ثواب اور شرینی تقسیم کرنے کو جائز سمجھتے ہیں چنانچہ "ایک بار کسی شخص نے سوال کیا کہ کسی قبر پر شیرینی لے جانا اور کسی بزرگ کی فاتحہ دے کر تقسیم کرنا' جائز ہے یا ناجائز؟ آپ (گنگوہی) نے ارشاد فرمایا اگر بنام خدا ہے اور ایصال ثواب ہی مقصود ہے تو کچھ قباحت نہیں----- اس پر ایک شخص نے عرض کیا اگر ایصال ثواب ہی مقصود ہو تو ہر جگہ سے ممکن ہے' قبر ہی پر کوئی ضرورت ہے کہ کوئی چیز بھیجی جائے؟ (آپ (گنگوہی) نے فرمایا' خیر وہاں خادم رہتے ہیں' اچھا ہے' ان کو ہی دے دی جائے' اس میں کیا قباحت ہے؟" (تذکرۃ الرشید' ص ۲۹۱' ج ۲)

وسیلہ کیا ہے؟

کویت کے سابق وفاقی وزیر اور سلسلہ رفاعیہ کے عظیم روحانی پیشوا فضیلۃ الشیخ السید یوسف السید ہاشم الرفاعی اپنی کتاب "ادلۃ اھل السنۃ والجماعۃ" میں عالم عرب کے نامور محدث الشیخ محمد زکی ابراہیم کی کتاب "قضیا

الوسیلہ" اس کتاب کا ترجمہ پاکستان کے نامور عالم دین شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبدالحکیم شرف قادری نے "اسلامی عقائد" کے نام سے کیا ہے) کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ اقسام توسل چونکہ نفس توسل بغیر کسی اختلاف کے جائز ہے' اس لیے اس کی قسموں کے بارے میں گفتگو اختلافی مسائل سے تعلق رکھتی ہے۔ جن میں ایمان اور کفریا توحید اور شرک کا فرق نہیں ہو سکتا۔ ہاں جائز یا ناجائز اسی طرح حلال یا حرام ہونے میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ توسل کی تین قسموں پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور ان میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی ظاہری حیات میں توسل' جیسے کہ ایک نابینا صحابی نے نبی اکرم ﷺ سے کیا' اس کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے۔

۲۔ زندہ آدمی کے عمل صالح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توسل' جیسے کہ حدیث غار میں ہے کہ تین شخص ایک غار میں داخل ہوئے اور ایک بھاری پتھر نے اس غار کا راستہ بند کر دیا۔ یہ حدیث امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی ذات اقدس اور اسماء و صفات سے توسل۔

چونکہ یہ تینوں قسمیں بالاتفاق جائز ہیں' لہذا ان کے جواز پر دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

البتہ کسی مقبول بارگاہ ہستی کے وصال کے بعد اس کی ذات سے توسل میں اختلاف ہے۔ جمہور مسلمانوں یعنی اہل سنت کے نزدیک جائز ہے' ان کے پاس اس نظریئے پر متعدد نقلی دلائل ہیں جو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں۔ ہم اس جگہ ان میں سے نابینا صحابی کی حدیث پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں' کیونکہ اس مسئلے میں اس کی بنیادی حیثیت ہے اور وہی زیادہ تر موضوع گفتگو ہوتی ہے۔

توسل اور حاجت روائی میں نابینا صحابی کی حدیث

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف ﷺ سے راوی ہیں

کہ ایک نابینا صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ! میری بینائی زائل ہو گئی ہے' میرے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا فرمایئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جا کر وضو کر اور دو رکعتیں پڑھ' پھر یوں دعا مانگ:

اللھم انی اسئلک و اتوجه الیک بنبی محمد نبی الرحمة یا محمد انی استشفع بک علی ربی فی رد بصری"

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبی اکرم' نبی رحمت' محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں' اے اللہ کے حبیب! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری بینائی کی واپسی کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش فرمائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ میری حاجت کے بارے میں شفاعت فرمایئے کہ وہ پوری کی جائے۔ اے اللہ! آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرمایا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں کوئی حاجت درپیش ہو تو ایسا ہی کرنا حدیث کی روایات میں الفاظ کا معمولی اختلاف پایا جاتا ہے' لیکن وہ زیادہ اہم نہیں ہے۔

فقہاء نے اس حدیث سے صلوۃ الحاجتہ کا مستحب ہونا ثابت کیا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی حاجت ہو تو وہ یہ نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا مانگے' اس کے علاوہ جو دعا ذہن میں آئے اور اس کی ضرورت محسوس ہو' مانگے خواہ وہ روایات میں وارد ہو یا نہ۔

زندہ شخصیت سے توسل کا صحیح ہونا اس حدیث سے صراحتہ" ثابت ہے' میتہ اس کے معنی و مفہوم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس ہستی کا وصال ہو جائے۔ اس کا وسیلہ پکڑنا بھی جائز ہے' کیونکہ زندہ یا میت سے توسل کا مطلب یہ ہیں کہ اس کے جسم یا اس کی زندگی اور موت سے وسیلہ پکڑا جا رہا ہے' بلکہ وسیلہ اس وصف جمیل کی بناء پر پکڑا جاتا ہے جو زندگی اور موت دونوں صورتوں میں پایا جاتا ہے اور جس کی بناء پر وہ شخصیت زندگی اور موت دونوں صورتوں میں عزت و کرامت کی مستحق ہے۔ اس کے علاوہ یا محمدؐ غائبانہ ندا کی گئی ہے جس میں زندگی اور وصال برابر ہیں۔ دراصل توسل اس وصف جمیل سے متعلق ہے جو اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ میں محترم ہے اور روح کو لازم ہے اور اسی وصف کی بنا پر کسی ہستی کی زندگی میں یا وصال کے بعد یکساں طور پر توسل کیا جا سکتا ہے۔

صحابہ کرام کا حضرت عباس سے توسل

نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام نے بارش کی دعا مانگتے وقت آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا' اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے آپ کے وصال کے بعد توسل جائز نہیں ہے' کیونکہ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے' کیونکہ جب صحابہ کرام کی ایک جماعت نبی اکرم ﷺ کی قرابت کے پیش نظر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کر رہی تھی اور اس کا بھی یہی مطلب تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے توسل کر رہے تھے' تو دوسری طرف بعض صحابہ روضہ مبارکہ پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور محبوب رب العالمین ﷺ کا وسیلہ پیش کر کے بارش کی دعا کر رہے تھے۔

ابن ابی شیبہ بسند صحیح حضرت مالک الدار سے راوی ہیں جیسے کہ فتح الباری میں ہے' امام بخاری نے یہ حدیث تاریخ کبیر میں بیان کی۔ ابن ابی خیثمہ' امام بیہقی' دلائل النبوۃ میں راوی ہیں کہ حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں واقع ہونے والے قحط کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمائیے کہ وہ ہلاکت کے کنارے پہنچ چکی ہے۔ (الی آخر الحدیث)

امام ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں صحابہ کرام کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کا سبب بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کی قرابت حاصل ہے(اور سبب نبی اکرم ﷺ سے آپ کے وصال کے بعد توسل کے منافی نہیں ہے' بلکہ یہ آپ ہی کی ذات اقدس سے توسل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے بیک وقت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا' ورنہ کیا سبب تھا کہ انہوں نے دوسرے حضرات کی موجودگی میں حضرت عباس ہی کو منتخب کیا۔ حافظ ابن حجر کا فتح الباری میں کلام بھی اسی پہلو کی تائید کرتا ہے۔

جمہور علماء مسلمین کے موقف کو اس واقعہ سے بھی تقویت ملتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے روضہ مبارک کی چھت میں روشن دان کھولا گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کیا گیا کہ وہ بندوں پر مہربانی فرمائے جیسے کہ حضرت ابوالجوزاء سے مروی ہے۔ یہ حدیث امام دارمی نے اپنی سنن میں روایت کی۔ حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس پر تائیدی کلمات تحریر فرمائے۔

اس تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے بجاطور پر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے توسل ایک فرع ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل اصل ہے' اور یہ فرع کسی طرح بھی اصل کے منافی نہیں ہے نہ عقلاً" نہ نقلا"۔

استمداد

انبیاء اولیاء سے مدد طلب کرنے والوں کو نام نہاد "مواحد" کہلانے والے مشرک سے کم کوئی "عہدہ" دینے کو تیار نہیں حالانکہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہی ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

سمجھنا چاہیے کہ غیر سے اس طرح مدد چاہنا کہ اسی پر بھروسہ ہو اس کو مدد الٰہی کا مظہر بھی نہ جانے' حرام ہے اور اگر توجہ صرف حضرت حق کی طرف ہے اور غیر کو مدد الٰہی کا مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کے کارخانہ حکمت و اسباب میں نظر کر کے غیر سے ظاہری مدد طلب کرے تو یہ عرفان سے دور نہیں ہے اور شریعت میں بھی جائز اور روا ہے اور انبیاء و اولیاء نے بھی غیر سے اسی طرح کی مدد طلب کی ہے۔ اور درحقیقت یہ استعانت غیر کے ساتھ نہیں بلکہ حضرت حق تعالیٰ ہی کے ساتھ ہے۔ (تفسیر فتح العزیز ص ۱۰)

اسی طرح حصن حصین میں حدیث پاک وارد ہے کہ وان ارادعونا فلیقل یا عباداللہ اعینونی یا عباداللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینیونی۔ (ص ۲۰۲ حصن حصین) اور اگر مدد چاہے تو چاہیے کہ کہے اے خدا کے بندو! میری مدد کرو۔

اے خدا کے بندو! میری مدد کرو اے خدا کے بندو! میری مدد کرو۔

مفکر اسلام مولانا سید شاہ تراب الحق قادری اپنی کتاب "تصوف و طریقت" میں رقم طراز ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی اور ان کی جو تم میں حکم والے ہیں (یعنی علماء حق کی) (النساء ۵۹) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں' آج سے قیامت تک جو معاملہ کسی کو درپیش ہو وہ قرآن کے مطابق اس کا فیصلہ کرے اگر قرآن میں اس کا فیصلہ نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کا فیصلہ کرے اور ان دونوں میں اس کا فیصلہ نہ ملے تو پھر صالحین کے مطابق اس معاملے کا فیصلہ کرے۔ (دارمی)

یہ تو اصولی باتیں تھیں جو ذہن میں رکھنی چاہیں۔ اب پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ دعا کیا ہے؟ کیونکہ بدمذہب قرآنی آیات کے الفاظ دعا' یدعوا' تدعون وغیرہ کے من گھڑت معانی بتا کر اہل سنت کا دھوکا دیتے ہیں۔ قرآن حکیم میں مذکورہ الفاظ چھ معنوں میں وارد ہوئے ہیں۔ اول عبادت (القصص : ۸۸) دوم : استعانت (البقرہ ۲۳) سوم : مانگنا (المومن ۶۰) چہارم کلام (یونس ۱۰) پنجم ندا کرنا (بنی اسرائیل ۷۱) ششم پکارنا (النور ۶۳) اب اگر تدعون کا ترجمہ تم پکارتے ہو کیا جائے تو پھر بتایئے کون مسلمان رہے گا ہم صبح و شام ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔

انبیاء کرام اور اولیاء عظام نے بھی لوگوں کو پکارا اور دین کے لیے بلایا۔ بلکہ قرآن پاک سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا' اے حبیب ﷺ فرما دیجئے' اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (الاعراف ۱۵۸) یقیناً حضور علیہ السلام نے تمام انسانوں کو پکارا۔ ابراہیم علیہ السلام کو تمام مسلمانوں کو پکارنے کا حکم ہوا' اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے (الحج ۲۸) تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو (الاحزاب ۵) ان آیات میں صرف پکارنے کا ذکر ہے جبکہ متعدد آیات ایسی ہیں جن میں مطلقاً" مدد کے لیے پکارنا مذکور ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو مدد کے لیے پکارا (الصف ۱۴) حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت بلقیس منگوانے کے لیے درباریوں سے مدد مانگی

(النمل) (۳۸) حضرت سکندر ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے خلاف دیوار بناتے وقت لوگوں سے مدد مانگی (الکھف ۹۵) اسی طرح بیشمار مثالیں دی جا سکتی ہیں مختصر یہ کہ تمام اکابر مفسرین کی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے جسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ قرآن بعنوان "کنز الایمان" میں تحریر فرمایا ہے۔

محبوبان خدا سے خصوصاً" نبی کریم ﷺ سے بعد وصال توسل' استغاثہ اور استمداد طلب کرنے سے متعلق دلائل پہلے بھی عرض کیے گئے۔ ایک ایمان افروز واقعہ مزید عرض کرتا ہوں جسے امام رازی نے تفسیر کبیر کی پانچویں جلد میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ میرا جنازہ حضور علیہ السلام کے حجرہ اقدس کے دروازے پر لے جا کر عرض کرنا' یا رسول اللہ ﷺ آپ کا غلام ابوبکر حاضر ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب صحابہ کرام نے یہ عرض کی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہیں تو دروازہ خود بخود کھل گیا اور روضہ انور سے آواز آئی ادخلوا الحبیب الی الحبیب' حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔ دیکھئے یہ ہے صحابہ کرام کا عقیدہ اور حضور ﷺ کا تصرف و اختیار۔ یہ وسوسہ دل میں نہ آنے دیجئے گا کہ روضہ مطہرہ پر تو مانگنے والے کو ملتا ہے مگر دور والوں کی حضور علیہالسلام کو خبر نہیں ہوتی۔ امام قسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں۔

ہمارے علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں' وہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کی حالتوں' نیتوں' ارادوں اور دل کی باتوں کو بھی جانتے ہیں اور یہ سب امور آپ پر بالکل ظاہر ہیں اور اس میں کوئی شے مخفی نہیں۔ (مواہب الدنیہ ج ۲) الحمد للہ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ امام سیوطی نے الحاوی للفتاوی میں مکہ مکرمہ کے ایک بزرگ ابن ثابت کا روح پرور واقعہ بیان کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ لگاتار ساٹھ سال تک ہر سال صرف نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضر دیتے رہے ایک سال کسی عارضہ کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے ایک دن یہ اپنے حجرہ میں کچھ غنودگی کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نور مجسم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے سرکار نے ارشاد فرمایا' ابن ثابت تم ہماری زیارت کو نہ آ سکے اس لیے ہم تم سے ملنے آئے ہیں۔

سبحان اللہ

آہیں دل اسیر سے لب تک نہ آئیں تھیں
اور آپ دوڑے آئے گرفتار کی طرف

آپ نے محبوبان خدا کو مددگار و مشکل کشا سمجھنے سے متعلق بھی پوچھا ہے' اس سلسلے میں قرآن کریم سے چند آیات اسی سوال کے جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ دو آیات مزید ملاحظہ فرمائیں' ارشاد باری تعالیٰ ہوا' بیشک تمہارا مددگار اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں (المائدہ ۵۵) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ رسول ﷺ اور اولیاء صالحین کو مسلمانوں کا مددگار قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ مددگار سے ہی مدد مانگی جاتی ہے۔ سورہ تحریم آیت ۴ میں ارشاد ہوا' بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی مددگار اور جبریل علیہ السلام و ملائکہ اور اولیاء و صالحین بھی۔ فرق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بالذات مددگار و مشکل کشا ہے اور اس کی صفات ازلی' ابدی اور لامحدود لامتناہی ہیں جبکہ بندوں کا مددگار و مشکل کشا اور داتا ہونا اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے اور بندوں کی صفات حادث' فانی اور اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

اہل سنت کے پیشوا جنہیں دیوبندی حضرات بھی اپنا مقتدا مانتے ہیں' شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایاک نستعین کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ سمجھنا چاہیے کہ غیر سے ایسی استعانت حرام ہے جس میں غیر پر ہی اعتماد ہوا اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ جانے اور اگر توجہ تو اللہ ہی کی طرف ہو اور غیر کو اللہ کی امداد کا مظہر جانے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب پر نظر کرتے ہوئے غیر سے ظاہری طور پر مدد مانگے تو یہ راہ معرفت سے دور نہ ہو گا اور یہ استعانت شریعت میں جائز ہے اسی قسم کی استعانت انبیاء کرام و اولیاء عظام نے غیر سے کی ہے اور درحقیقت یہ استعانت غیر اللہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ (تفسیر عزیزی)

اس مسئلہ پر غیر مقلدوں کے پیشوا نواب وحید الزمان نے لکھا ہے۔ "جو

شخص یہ سمجھتا ہے کہ جمال گوٹہ از خود دست لاتا ہے یا آگ از خود جلاتی ہے تو وہ مشرک ہے اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ جمال گوٹہ کا دست لانے کا سبب بننا اور آگ کا جلانا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے اذن و ارادے سے ہے تو وہ توحید پرست ہے مشرک نہیں۔" آگے چل کر مزارات اولیاء پر دعا مانگنے کے متعلق لکھا زیارت کرنے والے کے لیے میت کو دعا کرنے سے کون سی چیز روکتی ہے" حالانکہ سوال مردوں سے نہیں ہے بلکہ اولیاء کی روحوں سے ہے اور روحیں موت کا ذائقہ نہیں چکھتیں اور نہ ہی فنا ہوتی ہیں بلکہ ان کا احساس و ادراک باقی رہتا ہے۔" (ہدیتہ المہدی) تعصب سے بالاتر ہو کر اگر اہلحدیث حضرات اس کتاب کا مطالعہ کریں جو کہ ان کے معروف پیشوا کی لکھی ہوئی ہے تو اختلافات ختم کرنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔

علامہ نابلسی کشف النور عن اصحاب القبور میں اولیاء کے تصرفات کے متعلق فرماتے ہیں۔ "یہ لوگ فریب میں مبتلا ہیں جنہیں ابھی تک یقین نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کو محبوب رکھتا ہے اور ان کی زندگی میں ان کے ذریعے وہ تمام امور پیدا فرماتا ہے جو مقدر ہو چکے ہیں کہ اولیاء کرام ان کا ارادہ کریں گے بشرطیکہ وہ امور خلاف شرع نہ ہوں اور ان کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ غیر معمولی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن کا ارادہ اولیاء کرام کی روحیں کرتی ہیں۔" مزید فرماتے ہیں۔" یہ غافل لوگ یہ تو کہتے ہیں کہ فلاں دوا جلاب لاتی ہے فلاں چیز قبض کرتی ہے فلاں مرض میں فلاں دوا فائدہ دیتی ہے یہ کہتے ہوئے انہیں توحید و شرک کی پرواہ نہیں ہوتی لیکن اگر تاثیر اور استمداد کی نسبت اولیاء کرام و صالحین کی طرف کر دی جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر دوا سے افضل ہیں تو انہیں تنقید بھی یاد آ جاتی ہے اور پرہیز بھی سچ تو یہ ہے کہ ایسے غافل لوگوں کی نور بصیرت بجھ چکا ہے اور راہ حق دیکھنے والی بصارت ختم ہو چکی ہے۔

محدث علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں' اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں یعنی حیات و ممات میں کوئی فرق نہیں اس لیے ان کی شان میں کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔ قاضی ثناء

اللہ پانی پتی تذکرۃ الموتی والقبور میں فرماتے ہیں' اولیاء کرام اپنے دوستوں اور معتقدین کی دنیا و آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔"

علامہ نابلسی کشف النور میں فرماتے ہیں' "حضرت معروف کرخی فرمایا کرتے تھے کہ اگر بارگاہ خدا میں تمہاری کوئی حاجت ہو تو اللہ تعالیٰ کو میری قسم دو اس کی ذات کی قسم نہ دو' جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں رکھتے اس لیے وہ ان کی دعا قبول نہیں فرماتا' اگر اس کی معرفت انہیں حاصل ہو جائے تو ان کی دعائیں قبول ہوں۔ اسی طرح سیدی محمد حنفی شاذلی سے منقول ہے' وہ ایک جماعت کے ساتھ مصر سے روضہ کی طرف پانی پر چلتے ہوئے جارہے تھے اور انہیں فرماتے تھے کہ یا حنفی کہتے ہوئے میرے پیچھے چلتے رہو اور تم یااللہ نہ کہنا ورنہ ڈوب جاؤ گے۔ ان میں سے ایک شخص نے ان کی نصیحت نہ مانی اور یااللہ کہا تو وہ حلق تک پانی میں چلا گیا' شیخ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا' بیٹے تجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں ہے کہ تو اس کا نام لے کر پانی پر چل سکے۔ اب میں اللہ تعالیٰ کی معرفت عطا کرتا ہوں یہ فرمایا کر تمام حجابات اس کے سامنے سے اٹھا دیے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ہو سکے تو زندہ شیخ ورنہ وصال شدہ بزرگ کا دامن پکڑنا بہتر ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو انشاء اللہ ہدایت پاؤ گے اور معترض نہ بنو کہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے رسالے "برکات الامداد الاھل الاستمداد" میں فرماتے ہیں۔ "اس استعانت ہی کو دیکھیے کہ جس معنی پر غیر خدا سے شرک ہے یعنی قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مدد مانگنا' ان معنوں میں ہی اگر بیماری کے علاج میں طبیب یا دوا سے استمداد کرنے یا فقیری کی حاجت میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرانے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں میں مدد لے جو یقیناً تمام وہابی حضرات روزانہ اپنی عورتوں' بچوں' نوکروں سے کرتے کراتے رہتے ہیں مثلاً" یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھا دے یا کھانا پکا دے سب قطعی شرک ہے کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر خود انہیں اپنی ذات سے بے عطائے الٰہی قدرت ہے تو صریح کفر و شرک میں کیا شبہ رہا اور جس معنی پر ان سب سے استعانت شرک نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر' واسطہ' وسیلہ اور

سبب جان کر تو انہی معنوں میں انبیاء کرام' اولیاء عظام سے مدد مانگنا شرک کیونکر ہو گا؟"

اس موضوع پر برکات الامداد' اعلیٰ حضرت کا ایک جامع رسالہ ہے جس میں اس اعتراض کے جواب ہیں کہ زندوں سے مدد مانگنا جائز اور مردوں سے ناجائز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں' "جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے گا شرک ہو گا اور ایک کے لیے شرک نہیں تو وہ کسی کے لیے شرک نہیں ہو سکتا۔ کیا اللہ کے شریک مردے نہیں ہو سکتے زندے ہو سکتے ہیں دور کے نہیں ہو سکتے پاس کے ہو سکتے ہیں؟ انبیاء نہیں ہو سکتے حکیم ہو سکتے ہیں انسان نہیں ہو سکتے فرشتے ہو سکتے ہیں؟ حاشا اللہ! اللہ عزوجل کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں' "امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر قبولیت دعا کے لیے مجرب تریاق ہے۔ امام غزالی کا ارشاد ہے کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جا سکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جا سکتی ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا میں نے چار مشائخ کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں تصرف کیا کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔ ان بزرگوں میں شیخ معروف کرخی' شیخ عبدالقادر جیلانی اور دو اولیاء دوسرے ہیں۔

اب آپ معترضین و منکرین کے گھر کی گواہی ملاحظہ فرمائیے' اہل حدیث اور دیوبندی حضرات کے مسلمہ پیشوا مولوی اسماعیل قتیل دہلوی "صراط مستقیم" میں لکھتے ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے شیخین رضی اللہ عنہما پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقام ولایت بلکہ قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور ان ہی جیسے باقی خدمات کا آپ کے زمانہ سے لیکر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہونا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔" (ص ۹۸' مطبوعہ سعید اینڈ سنز کراچی' مترجم حبیب الرحمن صدیقی دیوبندی)

دیکھیے کتنے صاف لفظوں میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت آپ کے روحانی تصرفات اور قیامت تک آپ کا نفع پہنچانا بیان کیا گیا ہے جو کہ تبصرہ کا محتاج نہیں۔

چالیس ابدال اور گرد آلود بالوں والے محبوبان خدا سے متعلق احادیث مسند احمد اور مسلم و ترمذی کے حوالے سے اولیاء اللہ کے تعارف میں بیان کی جا چکی ہیں۔ اب صحیح بخاری کی حدیث بھی سنئے' حضور ﷺ نے فرمایا' بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے ولی سے عداوت رکھے میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے اور میرے کسی بندے کا فرائض کے مقابلے میں دوسری عبادتوں کے ذریعے میرے قریب ہونا مجھے پسند نہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیتا ہوں۔"

اس حدیث کی شرح میں امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں' "جب اللہ تعالیٰ کا نور جلال' بندے کی سماعت بن جاتا ہے تو وہ بندہ قریب اور دور سے یکساں سنتا ہے اور جب یہ نور اس کی بصارت ہو جاتا ہے تو بندہ قریب اور دور سے یکساں دیکھتا ہے اور جب یہی نور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ خشکی و تری میں' دور و نزدیک میں یکساں تصرف کر سکتا ہے۔" ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کو تصرف و قدرت و اختیار عطا فرمایا ہے۔ ان تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ دعا کے معنی عبادت کے بھی ہیں اور پکارنے کے بھی۔
۲۔ محبوبان خدا کو مشکل کشا اور مددگار سمجھنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔
۳۔ حضور ﷺ جب چاہتے ہیں اور جس کی چاہتے ہیں حاجت روائی فرماتے ہیں۔
۴۔ محبوبان خدا' اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے مدد فرماتے ہیں۔

۵۔ جس سے زندگی میں مدد مانگی جا سکتی ہے اس سے بعد وصال بھی مدد مانگنا جائز ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کا منصب عطا فرمایا ہے اور اس کی طاقت بھی عطا کی ہے۔

میری دعا ہے کہ رب کریم ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور شعور نصیب فرما کر عمل کی توفیق عطا کرے۔ آمین

غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں

آج کل غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کا رواج بھی آگیا ہے حالانکہ غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے جب اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو آپ نے اس کے متعلق بھی فتویٰ دیا۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "مذہب مہذب حنفی میں جنازۂ غائب پر بھی محض ناجائز ہے۔ آئمہ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر بھی اجماع ہے۔ خاص اس کا جزئیہ بھی مصرح ہونے کے علاوہ تمام عبارات مسئلہ اولی بھی اس سے متعلق کہ غالبا" نماز غائب کو تکرار صلوۃ جنازہ لازم بلاد اسلام میں جہاں مسلمان انتقال کرے نماز ضرور ہو گی اور دوسری جگہ خبر کے بعد ہی پہنچے گی و لہٰذا امام اجل نسفی نے کافی میں اس مسئلہ کو اس کی فرع ٹھہرایا۔

فتح القدیر' حلیہ' غنیہ' شلبیہ' بحرالرائق اور ارکان میں ہے۔

و شرط صحتها اسلام المیت و طهارته وضعه امام المصلی فلهذا القید لاتجوز علی غائب۔

(ترجمہ) صحت نماز جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو' طاہر ہو' جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

متن تنویر الابصار میں ہے:

شرطها وضعه امام المصلی

(ترجمہ) جنازہ کا نمازی کے سامنے حاضر ہونا شرط نماز جنازہ ہے۔

برہان شرح مواہب الرحمٰن طرابلسی' نہرالفائق' شرنبلالیہ علی الدرر' خادمی' ہندیہ' ابوالسعود' اور دُرمختار میں ہے:

شرطها حضوره فلا تصح علی غائب۔

(ترجمہ) جنازہ کا حاضر ہونا شرط ہے لہٰذا غائب پر صحیح نہیں۔

متن نور الایضاح میں ہے:

شرائطھا اسلام المیت و حضورہ

(ترجمہ) اس کی شرطوں میں سے میت کا مسلمان ہونا اور سامنے موجود ہونا ہے۔

متن ملتقی الابحر میں ہے:

لایصلی علی عضو ولا علی غائب

(ترجمہ) میت کے کسی ایک عضو یا غائب میت پر نماز نہ پڑھے۔ شرح مجمع اور مجمع شرح ملتقی میں ہے۔ محل خلاف الغائب عن البلاد اذا لوکان فی البلد لم یجز ان یصلی علیه حتی یحضر عنده اتفاقا لعدم المشقة فی الحضور۔ امام شافعی ؒ کا اس مسئلہ میں ہم سے خلاف بھی اس صورت میں ہے کہ میت دوسرے شہر میں ہو اور اگر چاہے اسی شہر میں ہو تو نماز غائب (غائبانہ نماز جنازہ) امام شافعی کے نزدیک بھی جائز نہیں کہ اب حاضر ہونے میں مشقت نہیں۔

فتاوی خلاصہ میں ہے:

لایصلی علی میت غائب عندنا۔

(ترجمہ) ہمارے نزدیک کسی میت غائب پر نماز نہ پڑھی جائے۔

متن وافی ہے۔ من استھل صلی علیه والا لا کغائب۔ جو بچہ پیدا ہو کر کچھ آواز کرے جس سے اس کی حیات معلوم ہو' پھر مرجائے' اس پر نماز پڑھی جائے ورنہ نہیں جیسے غائب کے جنازہ پر نماز نہیں۔ کافی میں ہے:

لایصلی علی غائب و عضو خلافا للشافعی بناء علی ان صلوة الجنازة تعاد ام لا۔

(ترجمہ) کسی غائب یا مردے کے کسی عضو پر ہمارے نزدیک نماز نہیں پڑھی جائے گی برخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک نماز جنازہ دوبارہ ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی۔

فتاویٰ شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے:

ان ابا حنیفة لا یقول بجواز الصلوة علی الغائب۔

(ترجمہ) ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ غائب پر نماز جنازہ نہیں مانتے۔

منظومہ امام مفتی الثقلین میں ہے:

باب فتاوی الشافعی وحدہ
ومابہ فقال قلنا ضدہ
وہی علی الغائب والعضوتصح
وذاک فی حق الشہید قد طرح

صرف امام شافعی قائل ہیں کہ غائب اور عضو پر نماز صحیح ہے اور شہید کی نماز نہ ہو اور ان سب وسائل میں ہمارا مذہب ان کے خلاف ہے۔ ہمارے نزدیک غائب و عضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نماز پڑھی جائے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ جنازہ کبھی نہیں پڑھا

آگے چل کر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی۔ کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔

دوسرے شہر کی میت پر صلوۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ واقعہ نجاشی و واقعہ معاویہ لیثی و واقعہ امرائے موتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ان میں اول دوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر اور دوم و سوم کی سند صحیح نہیں اور لفظ صلوۃ بمعنی نماز میں صریح وضاحت نہیں۔

نجاشی کا جنازہ تو بارگاہ رسالت میں حاضر تھا

سیدنا اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ صحیح ابن حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابۃ جمیعا" سے ہے۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان اخاکم النجاشی توفی فقوموا صلوا علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبر اربا وہم لایظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ۔

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تمہارا بھائی نجاشی مرگیا۔ اٹھو اس پر نماز پڑھو۔ پھر حضور اقدس ﷺ کھڑے ہوئے۔ صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں' حضور نے چار تکبیریں کہیں۔ صحابہ کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور کے سامنے حاضر ہے۔

صحیح ابو عوانہ میں انہیں سے ہے:

فصلینا خلفه ونحن لانری الا ان الجنازة قدامنا۔

(ترجمہ) ہم نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

امام واحدی نے اسباب نزول قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ذکر کی کہ فرمایا:

کشف للنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی راہ و صلی علیہ۔

(ترجمہ) نجاشی کا جنازہ حضور اقدس ﷺ کے لیے ظاہر کر دیا گیا تھا۔ حضور نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔

نجاشی کے جنازہ کی حکمت

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال دار الکفر میں ہوا۔ وہاں ان پر نماز نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا حضور اقدس ﷺ نے یہاں پڑھی۔ اسی بنا پر امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کے لیے باب وضع کیا۔

نجاشی کے غائبانہ جنازہ کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بعض لوگوں کو ان کے اسلام میں شبہ تھا یہاں تک کہ بعض نے کہا: حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی۔ رواہ ابن ابی حاتم فی التفسیر عن ثابت والدار قطنی فی الافراد والبزاد عن حمید معاً عن انس فی له شاهد فی کبیر الطبرانی فی عن وحشی دلوسطه عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس نماز سے مقصود ان کی نجاشی کی اشاعت اسلام تھی۔

امام احمد رضا بریلوی نے نجاشی کے جنازہ کے حوالے سے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ غیر مقلدوں کے بھوپالی امام نے عون الباری میں حدیث نجاشی کی نسبت کہا:

اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگرچہ جنازہ وغیرجہت قبلہ میں ہوا اور نمازی قبلہ رو۔ حالانکہ یہ اس مدعی اجتہاد کی کورانہ تقلید اور اس کے ادعا پر مثبت جہل شدید ہے۔ نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانب جنوب ہے اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے۔ تو جنازہ غیر جہت قبلہ میں کب تھا؟ لاجرم لما نقل الحافظ فی الفتح قول ابن حبان انه انما یجوز ذلک لمن فی جبهة القبلة قال حجة الجمود علی قصة النجاشی۔ تو ان مجتہد صاحب کا جہل قابل تماشا ہے۔ جس کو سمت ... تک معلوم نہیں پھر نبی ﷺ کا ان کے جنازہ پر نماز ان کی غیر سمت پر پڑھنے کا ادعا دوسرا جہل ہے۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانب حبشہ نماز پڑھی رواه الطبرانی عن خلیفة ابن لسید رضی الله تعالی عنه۔

جبریل نے پر مار کر معاویہ بن معاویہ مزنی کا جنازہ پیش کر دیا

معاویہ بن معاویہ مزنی کے جنازہ غائبانہ کے متعلق امام بریلوی فرماتے ہیں کہ ان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا اور نبی کریم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ تبوک میں پڑھی۔ حدیث انس بطریق محبوب کے لفظ یہ ہیں: جبریل نے عرض کی: کیا حضور اس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔

فضرب بجناحه الارض فلم یبق شجرة ولا اکمة الا تضعضعت و رفع له سریره حتی نظر الیه فصلی علیه۔

(ترجمہ) پس جبریل نے زمین پر اپنا پر مارا تو کوئی پیڑ اور ٹیلہ نہ رہا۔ جو پست نہ ہو گیا اور ان کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ پیش نظر اقدس ہو گیا تو حضور ﷺ نے اس پر نماز پڑھی۔

احناف کے لئے کسی دوسرے امام کی اقتداء نہیں

سیدنا اعلیٰ حضرت بریلوی ﷫ کا ارشاد گرامی ہے کہ اب جبکہ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ نماز غائب و تکرار نماز جنازہ بار بار پڑھنا دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور کوئی بھی ناجائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں تو امام کا شافعی المذہب ہونا اس ناجائز کو ہمارے لیے کیونکر جائز کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی۔

(ترجمہ) ناجائز بات میں کسی کی اطاعت نہیں۔

رواہ البخاری و مسلم و ابوداؤد و النسائی عن امیرالمومنین علی و نحوہ احمد و الحاکم .بسند صحیح عن عمران بن حصین و عن عمر بن الحکم الغفاری رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

ثانیا: یہاں اطاعت امام کا حیلہ عجیب پادر ہوا ہے۔ بھائیو! وہ تمہارا امام تو جب ہو کہ تم اس کی اقتدا کرو۔ پیش از اقتدا اقتدا کے بغیر اس کی اطاعت تم پر کیوں ہو اور جب تمہارے مذہب میں وہ گناہ و ناجائز ہے تو تمہیں ایسے امر میں اس کی اقتدا ہی کب روا ہے یہ وہی مثل ہے کہ کسی کودن نے کچھ اشعار قبیح و شنیع اغلاط پر مشتمل لکھ کر کسی شاعر کو سنائے۔ اس نے کہا کہ یہ الفاظ غلط باندھے ہیں۔ کہا کہ بضرورت شعری۔ کہا: بابا شعر گفتن چہ ضرور؟

ثالثا": جائز یا فرض و واجب نمازیں جن میں حنفی حسب شرائط مذکور بحرالرائق وغیرہ اہل سنت کے کسی دوسرے مذہب والے مثلہ شافعی وغیرہ کی اقتدا کرے تو اس میں ہمارے آئمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو امور ہمارے مذہب میں اصل سے محض ناجائز ہیں' ان میں اس کی پیروی نہ کرے' اگرچہ اس کے مذہب میں جائز ہوں۔ مثلاً صبح کی نماز میں وہ قنوت پڑھے تو یہ نہ پڑھے۔ نماز جنازہ میں امام پانچویں تکبیر کہے تو یہ نہ کہے۔

خواتین کے لیے زیارت قبور کا شرعی حکم

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! زیارت قبور کے وقت میں کیا کروں؟ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یوں کہا کرو کہ مومنین اور مسلمین کے گھر والوں پر سلام ہو اور رب کریم تمہارے اگلوں پچھلوں سب پر رحم فرمائے اور انشاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ (مسلم)

اسی طرح حضرت خاتون جنت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہرا بنت رسول اللہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر تشریف لے جاتی تھیں گویا حجتہ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم کے باب زیارۃ القبور میں لکھا ہے کہ ----- عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت تزور قبر عمھا حمزہ فی الایام فصلی و تبکی عندہ ----- جعفر بن محمد نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدہ النساء العالمین فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا بعض اوقات عم رسول اللہ حضرت سیدا لشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر تشریف لے جاتی تھیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مزارات پر عورتوں کی حاضری کو جائز نہیں سمجھتے گویا آپ اس حوالے سے اپنے رسالہ "جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور" میں فرماتے ہیں کہ درمختار میں ہے۔

بکرہ حضور ھن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا و لو عجوزا الیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان

(ترجمہ) فساد زمانہ کے باعث جماعت میں عورتوں کی حاضری مطلقاً" مکروہ (تحریمی و ناجائز) ہے۔ چاہے جمعہ یا عید یا وعظ کے لئے حاضری ہو' اور چاہے بڑھیا کی حاضری شب ہی کو ہو' یہ اس مذہب کے مطابق ہے جس پر فتویٰ ہے۔

آگے چل کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم و سنن

ابوداؤد میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد اپنے زمانہ میں تھا۔

لوادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل۔

(ترجمہ) اگر نبی ﷺ ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرما دیتے' جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔

پھر تابعین ہی کے زمانہ سے ائمہ نے ممانعت شروع فرما دی پہلے جوان عورتوں کو' پھر بڑھیوں کو بھی' پہلے دن میں پھر رات کو بھی' یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہو گیا۔

کہ امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا۔ وہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت لے گئیں۔ (تو انہوں نے) فرمایا' اگر زمانہ اقدس میں حالت یہ ہوتی۔ حضور عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ممانعت کے الفاظ یہ ہیں۔

ولقد نھی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا فقالت لو علم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما علم عمر ما اذن لکن فی الخروج

یہ تو عورتوں کی مسجد میں حاضری کا حکم تھا اب قبروں پر حاضری کے متعلق اسی رسالہ میں سیدنا امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زیارت قبور پہلے مطلقاً" ممنوع تھی' پھر اجازت فرمائی۔ علماء کو اختلاف ہوا کہ عورتیں بھی اس رخصت میں داخل ہوئیں یا نہیں۔ عورتوں کو خاص ممانعت میں حدیث۔

لعن اللہ الزائرات القبور۔

"اللہ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کرے۔"

نماز کیلئے عورتوں کا نکلنا مکروہ ہے تو قبرستان جانے کا کیا حال ہوگا؟

عینی جلد چہارم میں ابو عمر سے ہے۔ ولقد کرہ اکثر العلماء خروجھن

الی الصلوات فکیف الی المقابر و ما اظن سقوط فرض الجمعة عنهن الا دلیلا علی امساکهن عن الخروج فیما عداها۔

(ترجمہ) اکثر علماء نے تو نمازوں کے لئے عورتوں کا نکلنا مکروہ رکھا' تو قبرستانوں کو جانے کا کیا حال ہو گا؟ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ عورتوں سے فرض جمعہ ساقط ہو جانا' اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں اس کے علاوہ سے بھی روکا جائے گا۔

قبروں پر جانے والی عورت مستحق لعنت ہے

غنیہ نے شعبی سے جو کچھ نقل فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو۔

سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لا یسئل عن الجواز والفساد فی مثل ھذا وانما یسئل عن مقدار مایلحقھا من اللعن فیھا واعلم انھا کلما قصدت الخروج کانت فی لعنة اللہ و ملئیکة واذا خرجت تحفھا الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور یلعنھا روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنة اللہ

(ترجمہ) یعنی امام قاضی سے استفتاء ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا ایسی جگہ جواز' عدم جواز نہیں پوچھتے' یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے؟ جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتی ہے' سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے۔ جب واپس آتی ہے' اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔ استغفراللہ۔

زیارت قبور عورتوں کے لئے حرام ہے

جلد چہارم عمدۃ القاری کی عبارت کا مطلب واضح کر دیا کہ حکم کیا بیان فرمایا یہ کہ اب زیارت قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں' بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے۔ ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو پہلے بھی حرام تھا' اس زمانہ کی کیا تخصیص؟

آگے فرمایا خصوصا" زنان مصر اور ان کی تعلیل کی کہ ان کا خروج بروجہ

فتنہ ہے' یہی اولویت تحریم کی وجہ ہے۔ نہ کہ حکم وقوع فتنہ سے خاص' اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص' ہاں! یہ مسلک شافعیوں کا ہے۔ ابھی امام عینی سے سن چکے کہ عن الشافعی یباح لھن الخروج و لہذا کرمانی پھر عسقلانی' پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں' شروح بخاری میں اس طرف گئے' کرمانی نے قول امام تیمی کہ "فساد بعض زنان کے سبب سب عورتوں کو ممانعت پر دلیل ہے۔"

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسی رسالہ "جمل النور" کے حاشیہ میں ہے کہ "حاصل یہ ہے کہ علمائے کرام کی عبارتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ جائز کہنے والے عام علماء نے یہ لکھا ہے کہ عورت کے لیے زیارت "قبر" جائز ہے۔ اور ناجائز کہنے والوں نے یہ فرمایا کہ زیارت قبر کے لیے عورتوں کا "جانا" منع ہے۔ جو جائز کہنے والے ہیں وہ بھی "زیارت قبر" کے لئے جانے اور باہر نکلنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ خاص زیارت قبر کو نہیں۔ تو اگر ایسی صورت ہو کہ اس مقصد سے نکلنا نہ پایا جائے اور نہ زیارت قبر کو لیں تو منع کرنے والے بھی اسے جائز رکھیں گے۔ مثلاً قبر گھر میں ہے' عورت سفر حج' یا کسی سفر جائز کو جا رہی ہے۔ راہ میں قبر ہے۔ اس نے زیارت کر لی تو اس قدر جائز ہی ہو گا۔ بشرطیکہ ایسا کوئی امر نہ پایا جائے جو شرعاً جائز نہیں۔ مثلاً رونا' دھونا' بے صبری' گھبراہٹ' پریشانی ظاہر کرنا' قبر کی بے ادبی یا حد شرع سے زیادہ تعظیم کرنا وغیرہ۔ لیکن چونکہ یہ ساری رعایتیں عموماً" عورتوں سے ہو نہیں پاتیں۔ اس لیے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں کہ زیادہ خیریت اسی میں ہے کہ انہیں اس سے بھی روکا جائے! عام اجازت نہ دی جائے۔ اور ایک مستحب کی طمع میں بہت سی ممنوعات کا خطرہ مول نہ لیا جائے۔

"جمل النور" میں ہے کہ وہی بحرالرائق جس میں تھا۔ الاصح ان الرخصۃ ثابتۃ لھما یعنی رخصت زیارت مرد و زن سب کے لیے ثابت ہے۔ اسی میں ہے۔

لاینبغی للنساء ان یخرجن فی الجنازۃ لان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نھاھن عن ذلک وقال انصرفن مازورات غیر ماجورات۔

(ترجمہ) عورتوں کو جنازے میں "نکلنا" نہ چاہیے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

انہیں اس سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ گنہ گار بے ثواب پلٹتی ہے۔
اتباع جنازہ کہ فرض کفایہ ہے جب اس کے لئے ان کا خروج ناجائز ہوا تو زیارت قبور کہ صرف مستحب ہے' اس کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

دیوبند حکیم الامت کا فتویٰ

دیوبندی حکیم الامت مزارت پر عورتوں کی حاضری کے متعلق رقمطراز ہیں----- "----- عورتوں کے لئے زیارت قبور میں تین قول ہیں' ایک منع مطلقاً" لقولہ علیہ السلام لعن اللہ زوارت القبور دوسرا جواز مطلقاً" لقولہ علیہ السلام کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزورھا فانھاتزھد فی الدنیا و تذکر الاخرۃ الحدیث قالو لمانسخ النھی بلغ الرخصتہ الرجال والنساء جمیعا تیسرا قول تفصیل اس طرح کہ اگر مقصود زیارت سے ندبہ و نوحہ وغیرہ کرنا ہو تب تو حرام وھو محمل قولہ علیہ السلام الاول۔ اور اگر عبرت اور برکت کے لیے ہو تو بوڑھیوں کو جائز وھو محمل قولہ علیہ السلام الثانی۔ اور جوانوں کو ناجائز جیسا مساجد میں آنا' لقول عائشہ رضی اللہ عنہا لو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رای ماحدث النساء بعدہ لمنعن کما منعت نساء بنی اسرائیل یہ تفصیل ردالمختار میں خیر رملی سے نقل کر کے کہا ہے وھوتوفیق حسن اھ۔ اور اس حکم میں عربیات و عجمیات سب برابر ہیں' ہماری شریعت اسود و احمر کے لیے یکساں ہے' واللہ اعلم۔" (امداد الفتاویٰ' کتاب الحظر والاباحتہ' ص ۱۳۳۔۱۳۴' ج ۲' از اشرفعلی تھانوی' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی' ۱۳۴۶ھ)

حضرت محدث دہلویؒ کا ارشاد گرامی

حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی "تکمیل الایمان" میں فرماتے ہیں۔ "مردوں کے لئے زندوں کی دعاؤں اور بہ نیت ثواب صدقہ دینے میں اہل قبور کے لئے عظیم نفع ہے۔ اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں اور آثار وارد ہیں۔ نماز جنازہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔" (تکمیل الایمان فارسی "طبع لکھنؤ" ص ۷۶۔۷۵)

فوت شدگان کو ثواب کیسے ملتا ہے؟

اسی طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلویؒ سے پوچھا گیا کہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کر کے ختم کیا اور اس کا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو للہ بخشا ان روحوں میں تقسیم ہو جاوے گا؟ یعنی فی روح دو پارے پہنچیں گے یا فی روح کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبیٰ میں دوسرے یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچائے؟

آپ نے فرمایا: "اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا ردالمختار میں ہے سئل ابن حجر المکی عما لوقر الاہل المقرۃ الفاتحہ بل یقسم الثواب بینہم اویصل لکل منہم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وہو اللائق بسعۃ الفضل۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق فتاویٰ رضویہ میں ہے نتیجہ ملنا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اختیار میں ہے مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزوجل کی رضا و رحمت ملتی ہے اور اس کی رحمت دونوں جہان کا کام بنا دیتی ہے۔ آدمی کو اللہ تعالیٰ کے کلام میں اللہ کی نیت چاہیے دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے دعا کرے کہ الٰہی جو میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا اور افضل یہ ہے کہ تمام مسلمین و مسلمات کو پہنچائے مسلک متقسط میں ہے۔ یقرا ماتیسرلہ من الفاتحۃ

والاخلاص سبعا اوثلاثاثم یقول اللّٰہم اوصل ثواب ما قرأناہ الی فلان اوالیہم۔ محیط و تتار خانیہ و شامی میں ہے۔ الافضل لمن یتصدق نفلاً ان نیوی لجمیع المومنین والمومنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شئی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۰۶)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح" میں ارشاد فرماتے ہیں۔ "میت کے اس جہان سے جانے کے بعد مستحب ہے کہ اس کی طرف سے سات دن تک صدقہ دیا جائے علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ صدقہ میت کی طرف سے دینا فائدہ مند ہے اس کے متعلق صحیح احادیث وارد ہیں خصوصاً" پانی کے متعلق بعض علماء کہتے ہیں کہ میت کی طرف صدقہ و دعا کا ثواب پہنچتا ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی رات کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہو کہ اس کی طرف سے خویش و اقارب صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرنے والوں کی روحوں کی فریاد

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ غرائب اور خزانہ میں ہے کہ مومنوں کی روحیں ہر جمعہ کی رات کو عید اور عاشورہ کے دن اور شب برات اپنے گھر آتی ہیں اور دروازے سے باہر کھڑی ہو کر غم و اندوہ کے لہجے میں بلند آواز سے پکارتی ہیں کہ اپنے گھروالو اے میرے بچوں اور اے عزیزو مجھ پر صدقے کے ذریعے مہربانی کرو۔

ایصال ثواب کیسے کریں؟

عہد حاضر کے نامور عالم دین علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رقم طراز ہیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں' مسلمان کو دنیا سے جانے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت یا کلمہ شریف اور درود شریف کی قرات اور دوسرے اعمال صالحہ یا کھانے' کپڑے وغیرہ (صدقہ کرنے) جو ثواب پہنچایا جاتا ہے' اسے عرف میں فاتحہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ اور

اولیاء کرام کو جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً" نذر و نیاز کہتے ہیں۔ عام محاورہ ہے کہ بڑوں کے حضور جو ہدیہ پیش کرتے ہیں اسے نذر کہتے ہیں۔

فاتحہ یا ایصال ثواب کے لیے کھانے پینے کی اشیاء کا سامنے ہونا ضروری نہیں البتہ یہ جائز اور بہتر ہے۔ حضور ﷺ نے جانور کی قربانی کر کے اس کے سامنے یہ دعا فرمائی "اے اللہ! اسے میرے امت کی طرف سے قبول فرما۔" (مسلم، ترمذی، ابوداؤد) کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھنا اور دعائے برکت کرنا متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ غزوہ تبوک کے دن نبی کریم ﷺ نے کھانے پر برکت کی دعا فرمائی۔ (مسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا و مولی ﷺ نے کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھا اور دعا فرمائی۔ (بخاری، مسلم) ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا حلوہ پر دعائے برکت فرمانا مذکور ہے (بخاری و مسلم) ان احادیث سے ثابت ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر تلاوت کرنا اور دعا مانگنا بلاشبہ جائز و مستحب ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے شیطان اپنے لیے حلال سمجھتا ہے یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا پینا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا، "تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو۔" (الانعام : ۱۱۸) آپ بتایئے کہ فاتحہ میں کیا پڑھا جاتا ہے؟ کیا چاروں قل اور سورہ فاتحہ پڑھنے سے کھانا حرام ہو جاتا ہے؟ حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ بسم اللہ پڑھنے سے شیطان اس کھانے کو حلال نہیں سمجھتا اور قرآن کریم سے معلوم ہوا جس کھانے پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے وہ کافر نہیں کھاتے۔ اب نتیجہ یہ نکلا کہ فاتحہ پڑھنے سے کھانے کو حرام سمجھنا اور اسے نہ کھانا کافروں اور شیطان کا طریقہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فاتحہ پڑھنے سے کھانا برکت والا ہو جاتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتاویٰ کی جلد اول صفحہ ۷۱ پر فرماتے ہیں۔ "نیاز کا وہ کھانا جس کا ثواب امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچایا جائے او راس پر فاتحہ، قل اور درود شریف پڑھا جائے تو وہ کھانا برکت والا ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔" شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں، "تلاوت کرنے سے کھانے کے اجزاء ذکر کے انوار سے معمور ہو جاتے ہیں اور

کھانے میں کوئی خرابی بھی پیدا نہیں ہوتی اور ایسا طعام کھانے سے دل کی کیفیت بھی بدل جاتی ہے۔"

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "وہ کھانا جو حضرات انبیاء مرسلین علیہم الصلوۃ والتسلیم اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی ارواح طیبہ کو نذر کیا جاتا ہے اور امیر و غریب سب کو بطور تبرک دیا جاتا ہے یہ سب کو بلا تکلف روا ہے اور باعث برکت ہے۔ برکت والوں کی طرف جو چیز نسبت کی جاتی ہے اس میں برکت آ جاتی ہے۔" (فتاویٰ رضویہ)

فاتحہ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ چاروں قل شریف تلاوت کیے جائیں جسمیں سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھی جائے پھر سورہ فاتحہ تلاوت کی جائے، پھر اگر یاد ہوں تو سورہ بقرہ کی ابتدائی پانچ آیات اور مزید چند آیات تلاوت کر کے درود شریف پڑھ کر یوں دعا مانگی جائے۔

"اے اللہ! ان آیات اور اس طعام کو قبول فرما، ان عبادات پر جو ثواب دے وہ میرے عمل کے لائق نہ دے بلکہ اپنے کرم کے لائق ثواب عطا فرما۔ اور یہ ثواب ہمارے آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مرحمت فرما۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں یہ ثواب تمام انبیاء کرام، صحابہ کرام، اہلبیت عظام، تابعین، تبع تابعین، جمیع اولیائے کاملین خصوصاً" فلاں ولی اللہ مثلاً حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں نذر پہنچا۔ پھر یہ ثواب حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک جتنے مسلمان انتقال کر گئے یا موجود ہیں یا قیامت تک ہوں گے، سب کو اس کا ثواب پہنچا۔ یا اللہ! تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما، ہمیں مذہب مہذب مسلک حق اہل سنت و جماعت پر استقامت عطا فرما، ہمیں دنیا و آخرت کی ہر بھلائی عطا فرما، ہمیں اپنا خوف، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور آخرت کی فکر عطا فرما، ہمارے اہل و عیال سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ آمین

پھر اگر چاہیں تو مزید دعائیں مانگیں، آخر میں درود شریف پڑھ کر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر لیں۔ مسلمان بعض مواقع پر فاتحہ کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں مثلاً میلادِ شریف، دس محرم الحرام، غوث اعظم کی گیارہویں شریف، خواجہ غریب نواز

کی چھٹی شریف' شب برات کا حلوہ' رجب کے کونڈے وغیرہ ان سب کی اصل ایصال ثواب ہے اور یہ سب جائز ہیں۔ (خواتین اور دینی مسائل۔ ص ۱۰۷ و ۱۰۹)

منکرین کے گھر کی گواہی

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی رقمطراز ہیں کہ مولوی عبدالقیوم اور میاں جی محمدی صاحب فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ محمد اسحق دونوں صاحبان کا معمول تھا کہ سال بھر میں ایک مرتبہ دونوں شاہ عبدالرحیم اور شاہ ولی اللہ کے مزارات پر تشریف لے جاتے۔ جاکر فاتحہ پڑھنے اور بعد میں قرآن مجید یا مثنوی شریف کا درس دیتے اور وعظ کے بعد چنے یا الائچی دانے یا پھر اور کچھ تقسیم فرمادیتے۔ (ارواح ثلاثہ مولانا اشرفعلی تھانوی ص ۴۲)

تبلیغی جماعت کے راہنما مولوی محمد زکریا سہانپوری کہتے ہیں کہ "حضرت حسن بصریؒ کے پاس ایک عورت آئی۔ عرض کرنے لگی یا حضرت میری بچی جو فوت ہو گئی میرا دل چاہتا ہے میں خواب میں اس کو ملوں۔ آپ نے فرمایا رات کو عشاء کی نماز کے بعد چار نفل پڑھنا اور ہر رکعات میں الحمد شریف کے بعد الھکم التکاثر پڑھنا اور بعد میں لیٹ کر درود شریف پڑھتے پڑھتے سو جانا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ خواب میں لڑکی کو دیکھا کہ قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور وہ بہت پریشان حال ہے۔ صبح کو وہ عورت پھر جناب حسن بصری کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور خواب بیان کی۔ آپ نے فرمایا تو اس کی طرف سے صدقہ کر۔ کچھ روز کے بعد وہ لڑکی جناب حسن بصری کو خواب میں ملی کہ جنت میں سیر کر رہی ہے اور اس کے سر پر نور کا تاج پہنا ہوا ہے۔ عرض کرنے لگی۔ یا حضرت آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ فرمایا نہیں! بولی میں وہی لڑکی ہوں جس کی ماں نے آکر میرے متعلق بتایا اور آپ نے فرمایا تو اس کی طرف سے صدقہ کر۔ تو پھر جناب حسن بصری فرمانے لگے جو میں دیکھ رہا ہوں تیری ماں نے تو اس کے خلاف دیکھا تھا۔ تو وہ بولی' وہ بالکل صحیح دیکھا تھا مگر ہمارے قبرستان میں ایک اللہ کے ولی کا گذر ہوا انہوں نے ایک بار حضور ﷺ کی ذات مبارکہ پر درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب سب قبرستان کے مردوں کو بخشا تو اسی

مزارات پر گنبد اور عمارت بنانا

شیخ محقق فرماتے ہیں:

"آخر زمانہ میں چونکہ عوام کی نظر ظاہر تک محدود ہے' اس لیے مشائخ اور اولیاء کے مزارات پر عمارت بنانے میں مصلحت کو دیکھتے ہوئے کچھ چیزوں کا اضافہ کیا تاکہ وہاں اسلام اور اولیائے کرام کی ہیبت و شوکت ظاہر ہو۔ خصوصاً ہندوستان میں جہاں دشمنان دین ہنود اور دوسرے کافر بہت سے ہیں۔ ان مقامات کی شان و شوکت سے وہ لوگ مرعوب اور مطیع ہوں گے' بہت سے اعمال' افعال اور طریقے ایسے ہیں جو سلف صالحین کے زمانے میں ناپسند کئے جاتے تھے اور بعد کے زمانوں میں پسندیدہ قرار دیئے گئے۔"

(مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) شرح سفر السعادۃ فارسی' ص ۲۷۲)

عرس

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "ماثبت من السنۃ" میں فرماتے ہیں:

"مغرب کے بعض متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ جس دن اولیاء کرام بارگاہ عزت اور مقامات قدس میں پہنچتے ہیں اس دن باقی دنوں کی نسبت زیادہ خیر و برکت اور نورانیت کی امید کی جاتی ہے۔ اور یہ ان امور میں سے ہے جنہیں علمائے متاخرین نے مستحسن قرار دیا ہے۔"

(ماثبت من السنۃ عربی' اردو (طبع لاہور) ص ۲۲۴)

مردے سنتے ہیں

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم قبروں کے قریب سے گزرو' تو انہیں مخاطب کر کے سلام کہو۔ گویا وہ جانتے' سنتے' سمجھتے اور جواب دیتے ہیں ورنہ سلام کہنے کا کوئی جواز نہیں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک قبر سے قرآن مجید پڑھنے کی آواز سنی وہ صاحب قبر خوب قرات فرما رہے تھے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا بندہ ہے کیا

تمہیں علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ارواح کو قبض کر کے یاقوت و زبرجد کی قندیلوں میں رکھ کر جنت کے درمیان آویزاں فرما دیتا ہے۔ او رپھرجب رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو ان کے جسموں میں واپس کر دیتا ہے اور وہ طلوع فجر تک وہاں ہی رہتی ہیں اور پھر صبح ہو جاتی ہے تو انہیں اپنی جگہ واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص کسی قبر کے قریب سے گزرے تو وہ صاحب قبر اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے دوسری روایت میں ہے کہ جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور محبت رکھتا ہے اسے قبر میں بھی جانتا ہے اور پہچانتا ہے۔ تفسیر روح المعانی میں علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ والحق ان الموتی یسمعون فی الجملہ۔ حق یہ ہے کہ مردے سنتے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی اجازت مرحمت فرمائی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ "حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک قبولیت دعا کے لیے مجرباور تریاق ہے۔ سبحان اللہ ان کی قبر پر جا کر خدا سے جو مانگو وہ ان کے وسیلہ سے ضرور عطا کرتا ہے اور کوئی دعا مسترد نہیں ہوتی۔

حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر چلہ کشی فرمائی تو پھر اعلان کیا کہ

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس کے متعلق تذکرہ مشائخ دیوبند کے صفحہ ۳۸۸ پر مرقوم ہے کہ وہ قیام گنگوہ کے زمانے میں حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب کے مزار پر گھنٹوں مراقب رہتے تھے اور انہیں نفع ہوتا تھا۔

فتاویٰ دارلعلوم دیوبند کی دوسری جلد کے صفحہ نمبر۱۶۶ پر فتویٰ موجود ہے کہ عام مومنین کی قبروں پر جانے سے عبرت اور اعزا و اقراب کی قبروں پر عبرت کے ساتھ ادائے حق بھی اور بزرگوں کی قبروں پر اس کے ساتھ برکات بھی حاصل

ہوتی ہیں۔

میرے اپنے شہر جوہر آباد میں نصرت ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ کے سابق ڈائریکٹر الحاج عنایت علی ملی قادری نوشاہی حیات برزخی کے متعلق اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے تھے کہ دسمبر ۱۹۸۵ء میں ضلع گجرات کے ایک مرد باخدا (بزرگ) حضرت سخی پیر پچھار رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دریا کے کٹاؤ کی وجہ سے کھولنا پڑا لاکھوں کا اجتماع ہوا مزار کھولا گیا۔ بین الاقوامی میڈیا بھی اس بات پر شاہد ہے کہ وہ بزرگ انتقال کے سینکڑوں سال کے بعد بھی ایسے آرام فرما رہے تھے جیسے ابھی ابھی آنکھیں بند کی ہوں۔

ان کے چہرے پر نور کا ہمگھٹا تھا اور لاکھوں لوگ ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔ سبحان اللہ۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ مزار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر

جب امیرالمومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کو فتح کیا اور پھر واپس جانے لگے تو جابیہ کے مقام پر حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے شام ہی میں رہنے دیا جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسی شب خواب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔ اے بلال! یہ کیا ظلم ہے؟ تیرے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تو میری زیارت کو آئے؟ یہ خواب دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت غمزدہ اور افسردہ ہوئے اور زاحلہ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ میں روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی۔ ابوداؤد ابن عساکر اور صاحب وفا الوفا کہتے ہیں کہ جناب بلال رضی اللہ عنہ مزار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رو رہے تھے پھر انہوں نے اپنا چہرہ قبر انور سے مس کیا اور مزار کی پر نور مٹی منہ پر ملنے لگے اسی اثناء میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام عالی مقام شہزادہ حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے لپک کر دونوں شہزادوں کو گلے سے لگا لیا۔ اور انہیں پیار کرنے لگے انہیں بوسے دیتے رہے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کو "خواب و خیال" نہیں سمجھتے

تھے اور خواب میں بھی فرمان رسول ﷺ کو "امر" یقین کرتے تھے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ روضہ اطہر کی نیت سے سفر کرنا، حاضری دینا، مزار کو بوسہ دینا، صحابہ کرام کا طریقہ تھا اور یہ کہ اس کا انکار عقائد صحابہ سے انحراف کے مترادف ہے خدا کے حضور دعاگو ہوں کہ اے کریم و کارساز و بے نیاز ذات اپنے حبیب پاک سیدنا مصطفیٰ کریم ﷺ کے طفیل ہمارے احوال پر خصوصی فضل و احسان فرما۔ بدعقیدگی اور نفرتوں کے اس دور میں ہمیں اپنی پناہ نصیب فرما اور صراط مستقیم پر استقامت عطا کرے آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ

ایصال ثواب پر امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال پوچھا گیا کہ تیجا' دسواں' چالیسواں' ششماہی اور سالانہ (ایصال ثواب) دیار ہند میں جو مروج ہے اسے بعض علماء بدعت قبیحہ اور مکروہ کہتے ہیں۔ اور کئی اقوال اس کی درستی پر دال ہیں عام لوگ مردوں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کھانے پکاتے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اسے علماء ظاہر غیر مقلد فاتحہ کی وجہ سے مردار اور حرام جانتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ طریقہ زمانہ نبوی' صحابہ کرام' تابعین اور تبعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دور میں نہ تھا۔ لہٰذا بزرگان دین کی نیاز (ایصال ثواب) کا طعام اور شیرینی مردار کی طرح ہے۔ لہٰذا شریعت کا جو حکم واجب التعمیل ہو بیان فرمائیں۔ اس پر اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مختصراً" اس مسئلے میں حرف آخر یہ ہے کہ ایصال ثواب اور اموات کو ہدیہ اجر پہنچانا تمام اہل سنت و جماعت کے اتفاق سے پسندیدہ اور شریعت میں مستحب ہے حضور سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی حدیثیں اس کار خیر کی تصویب و ترغیب میں وارد ہوئی ہیں۔ امام علامہ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فتح القدیر میں اور امام علامہ فخر الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں علامہ فاضل' ملا علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دیگر ائمہ نے دیگر کتب میں ان میں سے کچھ احادیث ذکر فرمائی ہیں' بے شک اس کار خیر کا انکار بے وقوف جاہل کر سکتا ہے یا پھر گمراہ اور باطل پرست۔ اس دور کے اہل بدعت (امور خیر کے منکر جن میں خفی طور پر خون اعتزال جوش زن ہے معتزلہ کی نیابت اور وکالت میں ایصال ثواب کا انکار کرتے ہیں اور اہل سنت کے اجماع یقینی کا یکسر انکار کر دیتے ہیں۔ پھر (یہ بھی پیش نظر رہے) کہ بہت سی حدیثوں کی روشنی میں یہ امر ثابت ہے اور اسی کو جمہور آئمہ نے صحیح و معتمد قرار دیا ہے کہ ثواب کا پہنچنا عبادات مالیہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عبادات مالیہ اور بدنیہ دونوں کو شامل

ہے۔ یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے۔ بہت سے شافعی محقق اسی کے قائل ہیں اسی پر اکثر علماء میں اور یہی صحیح اور راجح و منصور ہے پھر (یہ بھی تو دیکھیے) کہ قرآن مجید کو پڑھنا اور صدقہ کرنا اور ان دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچانا اس میں یہی تو ہے کہ ایک اچھے کام کو دوسرے اچھے کام سے اور ایک مستحب کو دوسرے مستحب سے جمع کر دیا گیا ہے اور ہرگز ان میں سے ایک دوسرے کو منافی نہیں جیسے کہ نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا اور ہی شریعت نے ان دونوں کے جمع کرنے سے منع کیا ہے جیسا کہ رکوع و سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے لہٰذا ان (دو اچھے کاموں کے جمع کرنے) کو ممنوع کہنا دائرہ عقل و خرد سے باہر جانے کے برابر ہے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ "جب ایک ایک کام حرام نہیں تو مجموعہ کیوں حرام ہو گا" اسی میں ہے کہ "چند مباح جمع ہو جائیں تو مجموعہ بھی مباح رہے گا"

حضرت مولانا نقی علی خان کا موقف

اس نفیس قاعدے کی تحقیق امام المد .قین خاتم المحققین حضرت والد مولانا نقی علی خاں صاحب قدس سرہ نے کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں فرمائی ہے اور یہ مطلب صحیح حدیثوں سے استنباط فرمایا ہے جو چاہے اس کے مطالعے کا شرف حاصل کرے۔

تعزیتی دعا کے مخالفین اور ان کے اکابرین

خود منع کرنے والے فرقہ کے امام اول مولوی اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک کلام مجید اور طعام کے اجتماع کی خوبی مقبول و مسلم ہے صراط مستقیم میں اس طرح راہ تسلیم و اعتراف پر چلتے ہیں۔ "جب میت کو نفع پہنچانا ہی مقصود ہے تو کھانا کھلانے پر توقف نہیں ہونا چاہیے اگر میسر ہو تو بہتر ہے ورنہ سورۂ فاتحہ اور اخلاص کا ثواب نہایت بہتر ہے" اس میں شک نہیں کہ ایصال ثواب کا طریقہ رب الارباب جل و علا کے دربار میں دعا ہی ہے۔ امام الطائفہ (مولوی اسماعیل دھلوی) صراط مستقیم میں لکھتے ہیں "مسلمان جو عبادت ادا کرے اور اس کا ثواب کسی گزرے

ہوئے کی روح کو پہنچادے اور ثواب پہنچانے کا طریقہ جناب الٰہی میں دعائے خیر ہے یہ بھی یقیناً بہتر اور خوب ہے اور ہاتھوں کا اٹھانا مطلق دعا کے آداب سے ہے حصن حصین میں ہے۔ "اداب الدعاء منها بسط اليدين ت مس ور فعها" یعنی صحاح ستہ کی احادیث سے ثابت ہے کہ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا آداب دعا سے ہے۔ ہمارے ائمہ و علماء کا کیا پوچھتے ہو خود طائفہ منکرین کا امام ثانی (مولوی محمد اسحٰق) "مسائل اربعین" میں کہتا ہے کہ تعزیت کے وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے اس لیے کہ حدیث شریف میں مطلقاً" دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت ہے لہٰذا اس وقت بھی مضائقہ نہ ہو گا لیکن بالخصوص تعزیت کے وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا منقول نہیں ہے۔ دیکھیے بالخصوص تعزیت کے وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کو غیر منقول کہا لیکن مطلق و دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کی حدیث سے جواز کی تائید کی اور کہا کہ اس طرح کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ الحاصل ان امور سے ہرگز کوئی ایسا امر نہیں جو شریعت مطہرہ میں ناپسندیدہ ہو محض کسی امر کے خصوصی طور پر (حدیث شریف میں) وارد ہونے کو مطلقاً" ممنوع ہونے کی دلیل جاننا واضح غلطی اور جہالت ہے فقیر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بفضلہ تعالیٰ اس بحث کو مجموعہ مبارک "البارقة الشارقه على مارقة المشارقه" میں بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ علمائے اہل سنت نے ان دعویداروں کو بارہا گھر تک پہنچایا اور خاک ذلت پر بٹھایا ہے تفصیل اور طوالت کی ضرورت نہیں لیکن ----- امام الطائفہ (مولوی اسماعیل دہلوی) نے عدم ورود کو تسلیم کرنے کے باوجود اس مسئلے میں جو کچھ کہا ہے سننے سے تعلق رکھتا ہے رسالہ مطبوعہ زبدة النصائح میں تقریر ذبیحہ میں کہتے ہیں " کنواں کھودنے اور ایسی ہی دوسری چیزوں اور دعا و استغفار و قربانی کے علاوہ قرآن خوانی، فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانے کے تمام طریقے بدعت ہیں گویا بالخصوص بدعت حسنہ ہیں جیسے عید کے دن معانقہ کرنا اور صبح یا عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اھ" طائفہ (منکرین) کو اپنے امام سے پوچھنا چاہیے کہ آپ ان طریقوں کو عموماً" اور فاتحہ خوانی کو خصوصاً" بدعت جاننے کے باوجود "حسنہ" کس طرح کہتے ہو اور طائفہ وہابیہ کے خلاف راستہ کیسے اختیار کرتے ہو پھر عید کے دن معانقے کا ذکر تو اور بھی

دشوار ہے ہاں اس امام کی تلون مزاجی کی وجہ ہی سے ان کے متبعین کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اور معلم ثانی (وہابیہ) کا کلام ابھی گذرا ہے کہ اس نے خصوصیت کے وارد نہ ہونے کے باوجود مضائقہ نہ جانا۔

مخالفین ایصال ثواب کے گھر کی گواہیاں

اب ہم امام الطائفہ کے اکابر و معتمدین و اساتذہ و مشائخ سے چند اقوال نقل کرتے ہیں تاکہ بیباک روجان لیں کہ شریعت کے منع کیے بغیر "فاتحہ" کو حرام کہنا اور فاتحہ کے طعام "بزرگان دین قدست اسرار ہم کی نیاز کی شیرینی کو حرام و مردار کہنا کیسی سزائیں چکھاتا ہے اور کیسے برے دن دکھاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ آپ حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

(ایک دفعہ) حضرت رسالت پناہ ﷺ کی رحلت کے دنوں میں کوئی چیز میسر نہ ہوئی کہ کھانا پکا کر آپ کی نیاز دی جاسکے میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے اور گڑ بطور نیاز دیا الخ "درثمین فی مبشرات النبی الامین" میں اسی بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں بائیسویں حدیث مجھے میرے والد ماجد نے بتایا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ثواب پیش کرنے کے لیے کھانا پکایا کرتا تھا ایک سال مجھے کھانا تیار کرنے کے لیے کچھ نہ ملا صرف بھنے ہوئے چنے ملے میں نے وہی لوگوں میں تقسیم کر دیے میں نے نبی اکرم ﷺ کو شادمان و فرحاں دیکھا آپ کے سامنے وہی چنے تھے۔ "یہی شاہ صاحب" انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں لکھتے ہیں کہ کچھ شیرینی پر عموما" خواجگان چشت کے نام فاتحہ پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے حاجت کی دعا کریں ہر روز اسی طرح پڑھیں" لفظ "شیرینی" اور فاتحہ ہر روز "قابل یادداشت ہے" یہی شاہ صاحب "ہمات" میں فرماتے ہیں "اسی لیے مشائخ کی عرسوں کی پابندی اور ان کی قبور کی باقاعدہ زیارت اور ان کے لیے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کا التزام کیا جاتا ہے" یہی شاہ صاحب زبدۃ النصائح میں مندرجہ فتویٰ میں فرماتے ہیں کہ "اگر ملیدہ اور کھیر

بطور فاتحہ کسی بزرگ کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں ہے جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کی نذر (صدقہ) کا طعام مالداروں کو کھانا جائز نہیں اور اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی گئی ہو تو اغنیاء کو بھی کھانا جائز ہے۔" شاہ صاحب مرحوم انفاس العارفین میں رقم طراز ہیں کہ "والد گرامی قصبہ ڈانسہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کو گئے ہوئے تھے رات کا وقت تھا اس وقت انہوں نے فرمایا کہ مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کر جاؤ ساتھی ٹھہر گئے حتیٰ کہ سب لوگ چلے گئے اور دوست پریشان ہو گئے اتنے میں ایک عورت آئی اور شیرینی کا تھال اس کے سر پر تھا اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا شوہر آ جائے تو میں اسی وقت یہ طعام پکا کر مخدوم اللہ دیا کی درگاہ کے حاضرین کے پاس پہنچاؤں گی میرا شوہر ابھی اسی وقت آیا ہے میں نے نذر پوری کی میری آرزو تھی کہ اس جگہ کوئی موجود ہوتا کہ یہ طعام کھالے۔" مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر اور آپ کی ذریت طاہرہ کو تمام امت پیرو مرشد کی طرح مانتے ہیں اور امور تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ درود و صدقات اور نذر ان کے نام رائج و معمول ہے جیسے کہ تمام اولیاء سے یہی معاملہ ہے۔" یہ عبارت سراپا بشارت جس کا ہر ہر حرف مخالف پر تباہ کن بجلی ہے' یا ہلاکت آفریں آندھی' یاد رکھنے کے قابل ہے---

پھر ہم مطلب کی طرف لوٹتے ہیں طائفہ حادثہ کے معلم ثالث مولوی خرمعلے بلہوری "نصیحتہ المسلمین" میں کہتے ہیں۔ "حاضری حضرت عباس کی' صحنک حضرت فاطمہ کی۔ گیارہویں عبدالقادر جیلانی کی۔ مالیدہ شاہ مدار کا۔ سہ منی بو علی قلندر کی' توشہ شاہ عبدالحق کا اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا مقصود ہے تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں اھ" ملخصاً" خود امام الطائفہ (مولوی اسماعیل دہلوی) تقریر ذبیحہ میں نغمہ سرا ہیں کہ "اگر کوئی شخص گھر میں بکری کی پرورش کرے تاکہ اس کا گوشت خوب ہو جائے اسے ذبح کرے اور پکا کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلادے تو کچھ حرج نہیں ہے"۔ "خوانده بخوانند" (فاتحہ پڑھ کر کھلادے) کے لفظ قابل غور ہیں اس لیے کہ بہت سے

منکرین اس بات کو بھی بنائے انکار بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کھلانے اور قرآن مجید پڑھنے کو جمع کرنا ناجائز بھی ہو تب بھی کھانا کھلا کر پڑھنا چاہیے نہ کہ پڑھنے کے بعد کھلایا جائے اس لیے کہ یہ عبث اور باطل ہے اس باطل شبہ کا جواب کامل ہم "بارقہ شارقہ" میں دے چکے ہیں اسی طرح لفظ "غوث الاعظم" بھی قابل یادداشت ہے اس لیے یہ "تقویۃ الایمان" کے ایمان کے مطابق شرک ہے طرفہ یہ کہ جاہل متبعین فاتحہ کے کھانے کو حرام اور مردار جانتے ہیں اور امام الطائفہ (مولوی اسماعیل دہلوی) اولیاء کی نذر کی گائے کے گوشت اور کھانے سب کو حلال کہتا ہے۔ بشرطیکہ ذبح سے میت کا تقرب مقصود نہ ہو اور صاف کہہ رہا ہے کہ جس جانور کو اولیاء کی نذر کیا گیا ہو چاہے وہ لوگ کئی طرح کی حرام و قبیح نذریں بھی مانیں پھر بھی جانور کی حلت میں کلام نہیں ہے (وہ جانور حلال ہے) چہ جائیکہ جب اولیاء کی نذر بہتر طریقے پر ہو بالخصوص جب بغیر نذر فقط ایصال ثواب ہو اس لیے کہ اس جگہ جانور کے ذبح کرنے اور خون بہانے میں کچھ اثر نہیں صرف قرآن مجید کا پڑھنا اور طعام کا صدقہ کرنا درمیان میں آ جاتا ہے تقریر ذبیحہ ہی میں لکھتے ہیں کہ اگر ایک شخص نذر مانے کہ میرا فلاں مقصد پورا ہو گیا تو اتنی نذر حضرت سید احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی دونگا اور اتنا کھانا ان کی نیاز کا لوگوں کو کھلاؤں گا اگرچہ اس نذر میں گفتگو ہے لیکن طعام حلال ہے گوشت کا بھی یہی حکم ہے مثلاً" ایک شخص کہتا ہے کہ میں اپنا مقصد پورا ہونے کے بعد دو سیر گوشت سید احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کے طور پر لوگوں کو کھلاؤں گا گوشت حلال ہے اور اگر کہے کہ گائے کا گوشت کھلاؤں گا تو بھی جائز ہے اور اگر اسی ارادے سے گائے نذر کرے وہ بھی جائز ہے اس لیے کہ اس کا مقصود گوشت ہے اسی طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر کسی کو دے جیسے نقد پیسے دیے جاتے ہیں جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے۔" اسی تقریر میں ہے کہ اگر اسی طرح گذشتہ اولیاء قدس اللہ سرہم کی نذر دے تو جائز ہے فرق اتنا ہے کہ عالم دنیا سے عالم برزخ کی طرف انتقال کی وجہ سے نقد جنس اور طعام سے نفع حاصل نہیں کر سکتے بلکہ فقط اس کا ثواب اللہ تعالیٰ ان کی ارواح مطہرہ کو پہنچا دیتا ہے لہٰذا ان کے حالات حیات اور بعد از وفات برابر ہیں" پھر کہتے ہیں کہ "اگر نذر مانے

کہ میری حاجت بر آئی تو دو سالہ پلی ہوئی گائے حضرت غوث الاعظم کی نیاز دوں گا تو اس کا حکم وہی ہے جو کھانے کا حکم ہے اگر نذر اچھے طریقے سے ہے تو کچھ حرج نہیں اور اگر قبیح ہے تو فعل حرام ہے اور حیوان حلال۔" گنتی میں غوث اعظم قطب مکرم ؓ کی گیارہویں کے برابر گیارہ اقوال ہیں اور امام الطائفہ (مولوی اسمٰعیل) کے تین قول اس سے پہلے گزر چکے ہیں دو شاہ عبدالعزیز صاحب سے عنقریب آئیں گے اللہ تعالیٰ ہی توفیق اور راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔"

اوقات کا تعین

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد تیجا' چالیسواں' سالانہ وغیرہ کے اوقات کی تعین پر نہایت مدلل بحث فرمائی ہے۔

رہا اوقات کا مقرر کرنا جیسے کہ لوگوں میں رائج ہے مثلاً تیجا' چالیسواں' سالانہ اور ششماہی اس کے متعلق میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی امداد سے باطل شکنی کرتا ہوں کہ کسی کام کا وقت مقرر کرنا دو قسم ہے شرعی اور عادی۔ شرعی یہ کہ شریعت مطہرہ نے کسی کام کا وقت اس طرح مقرر کر دیا کہ دوسرے وقت میں بالکل نہ ہو سکے اور اگر ادا کیا جائے تو وہ شرعی عمل نہ ہو جیسے کہ قربانی کے خاص دن مقرر ہیں یا اس وقت سے تقدیم و تاخیر ناجائز ہو جیسے کہ اشہر الحرام (شوال ذوالعقد اور دس دن ذوالحجہ) حج کے احرام کے لیے (ان اوقات سے قبل گو احرام جائز ہے لیکن مکروہ ہے (طحاوی) یا جو ثواب اس وقت میں ہے دوسری جگہ نہیں ہو گا جیسے کہ عشاء کے لیے رات کا پہلا تہائی حصہ۔ عادی یہ کہ شریعت کی طرف سے عام اجازت ہے جب چاہیں ادا کریں لیکن کام کرنے کے لیے کوئی زمانہ ضرور ہونا چاہیے غیر معین زمانے میں کام کا ہونا عقلاً" ناممکن ہے اس لیے کہ وجود اور تعین لازم و ملزوم ہیں لہٰذا وقت معین کے بغیر چارہ نہیں اور یہ تمام معین اوقات عام اجازت کی بنا پر یکے بعد دیگرے صلاحیت رکھتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک میں کام کر لیا جائے اگر ان سے کسی ایک وقت کو کسی مصلحت کی بنا پر اختیار کر لیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ اس وقت کے علاوہ یہ کام صحیح نہیں یا حلال نہیں یا ثواب نہیں ہو گا تو ظاہر

ہے کہ ایسی تقیید سے مقید مطلق کا فرد ہونے سے خارج نہیں ہو گا اور جو حکم مطلق کا ہو گا وہی اس کے تمام افراد کا ہو گا جب تک کہ کسی فرد خاص کی خصوصاً" ممانعت نہ ہو۔ لہٰذا ایسی جگہ جواز کے قائل سے خصوصیت کے ثبوت کی دلیل نہیں مانگنی چاہیے۔ بلکہ منع کرنے والے کو شریعت سے اس خاص کام کی ممانعت دکھانی چاہیے۔

دن مقرر کرنا سنت ہے

یہیں تعین یوم اور اوقات مقرر کرنے کے دلائل پیش کرتے ہوئے آگے چل کر امام اہل محبت الشاہ احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے طالب حق تو انہیں (منکرین کو) حد سے تجاوز اور سرکشی میں ہی رہنے دے اور آثار و احادیث کی طرف متوجہ ہو' تاکہ ہم تمہیں کچھ تعینات عادیہ دکھائیں۔ اسی قسم میں سے ہے وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی زیارت کے لیے آخر سال کو مقرر فرمایا۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا اور مسجد قبا تشریف آوری کے لیے ہفتے کا دن مقرر فرمایا جیسا کہ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے اور شکر رسالت کے طور پر روزہ رکھنے کے لیے پیر کا دن مقرر فرمایا۔ جیسا کہ مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کے لیے صبح و شام کا وقت جیسا کہ صحیح بخاری میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ہے اور سفر جہاد کے لیے جمعرات کا دن جیسا کہ بخاری شریف میں بروایت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہے اور طلب علم کے لیے دو شنبہ کا دن جیسا کہ ابوالشیخ ابن حیان اور دیلمی کے نزدیک بروایت ابن مالک سند صالح سے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ و نصیحت کے لیے جمعرات کا دن مقرر فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری میں بروایت ابی وائل اور علماء سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن مقرر فرماتے ہیں جیسا کہ امام برہان الاسلام زرنوجی کی کتاب تعلیم المتعلم میں ہے انہیں امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نے اپنے استاد سے روایت کیا اور کہا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اسی طرح کرتے تھے صاحب تنزیہ الشعریعۃ نے فرمایا اسی طرح اہل

علم کرتے تھے یہ سب توقیت عادی کی مثالیں ہیں حاشا وکلا کہ سید السادات علیہ افضل الصلوۃ والتسلیمات کی مراد یہ ہو کہ سوائے انتہائے سال کے زیارت نہیں ہوتی یا ناجائز ہے یا بندہ نوازی امت پروری اور اقدام مبارکہ سے شہدائے کرام کے مزارات کو شرف بخشنے سے جو اجر عظیم سرور عالم سید الکونین ﷺ کو عطا فرمایا جاتا ہے۔ دوسرے وقت میں نہیں عطا ہو گا۔ اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ نہ تھا کہ ہفتے کے علاوہ تقریر ہی نہ ہو گی یا ناجائز ہے یا دوسرے دن یہ ثواب نہ ملے گا یا شریعت مطہرہ نے یہ تعیین فرمائی ہے حاشا وکلا ہرگز یہ مقصد نہ تھا بلکہ آپ نے اس عادت کو اپنے اوپر لازم کیا تھا کہ ہر ہفتے میں مسلمانوں کو وعظ و نصیحت فرمائیں اور دن معین کرنے سے طالبان خیر کا جمع ہونا آسان ہو گا باقی امور میں بھی تعیین اسی طرح ہے ان میں سے بعض میں الگ مرجح موجود ہے جیسے پیر کے دن آپ کا مبعوث ہونا اور علم نبوت کا حاصل ہونا اور جمعرات کی صبح کا خیر و برکت والی ہونا اور بدھ کے دن ابتدا کرنے سے تکمیل کی توقع ہونا۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو چیز بدھ کے دن شروع کی جائے وہ مکمل ہو کر رہتی ہے بعض دیگر امور میں صرف ترجیح ارادی ہوتی ہے کہ اس میں کم از کم یاددہانی اور آسانی والی مصلحت ضرور ہے تیجے، چالیسویں ششماہی اور انتہائے سال کی تعیین "عادی تعیین" ہی کی قسم ہے بعض میں کچھ مصلحت خاص ہوتی ہے اور بعض میں یاددہانی اور آسانی کے پیش نظر معین کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اصطلاح میں کسے اعتراض ہو سکتا ہے۔

ایصال ثواب کی وجہ

اس جگہ امام الطائفہ (مولوی اسمٰعیل دہلوی) کے نسب میں چچا، علم میں باپ اور طریقت میں دادا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام سننے سے تعلق رکھتی ہے تفسیر عزیزی میں آیہ مبارکہ والقمر اذا اتسق کے تحت فرماتے ہیں حدیث میں وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں ڈوبنے والے کی طرح ہے جو کسی فریاد رس کا منتظر رہتا ہے اس وقت میں دعائیں، صدقے اور فاتحہ بہت مفید ہیں اسی وجہ سے لوگ ایک سال تک خصوصاً" مرنے کے بعد چالیس دن تک اسی قسم کی

امداد کی پوری کوشش کرتے ہیں۔" کمال یہ کہ شاہ صاحب موصوف اپنے پیران عظام اور آباء کے عرس پورے اہتمام سے کرتے تھے اور ان کے سامنے نیک لوگوں کی قبروں پر لوگ آپ کی تجویز و تائید سے جمع ہوتے فاتحہ خوانی کرتے اور طعام و شیرینی تقسیم کرتے جیسا کہ عام سجادہ نشینوں میں جاری ہے مفتی عبدالحکیم پنجابی نے شاہ صاحب پر وہی بے بنیاد اعتراضات کیے جو حضرات منکرین کرتے ہیں اور شاہ صاحب پر زبان طعن و تشنیع دراز کی اور لکھا۔ وہ لوگ جن کے افعال ان کے اقوال کے مطابق نہیں وہ اپنے بزرگوں کے عرس کو اپنے اوپر فرض کی طرح لازم جان کر سال بہ سال قبر پر جمع ہوتے ہیں اور وہاں طعام و شیرینی تقسیم کر کے قبروں کو پرستش کردہ شدہ بت بنا دیتے ہیں۔ اھ ملخصا"۔ شاہ صاحب رسالہ ذبیحہ مطبوعہ زبدۃ النصائح میں اس طعن کا جواب فرماتے ہیں قولہ عرس بزرگان خود الخ یہ طعن اس شخص کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے جس پر طعن کیا گیا ہے اس لیے کہ کوئی شخص بھی مقررہ فرائض شرعیہ کے علاوہ کسی چیز کو فرض نہیں جانتا ہاں صالحین کی قبروں کی زیارت، ان سے تبرک حاصل کرنا، ثواب اور تلاوت قرآن کے ہدیہ سے ان کی امداد کر کے دعاء خیر کرنا اور طعام و شیرینی تقسیم کرنا بہتر اور خوب ہے۔ علماء کے اتفاق سے اور عرس کے دن کو اس لیے معین کیا جاتا ہے کہ وہ دن ان حضرات کے دنیا سے آخرت کی طرف انتقال کی یاددہانی کرتا ہے ورنہ جس دن بھی یہ عمل واقع ہو ذریعہ نجات و کامیابی ہے بعد والوں پر لازم ہے کہ اپنے سلف (وفات شدگان) پر اس طرح کے احسان کریں پھر انتہائے سال کے تعین اور اس کے التزام پر شاہ صاحب (حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی) نے حدیث شریف سے دلیل پیش کی کہ ابن منذر اور ابن مردویہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی احدا کل عام فاذا ابلغ الشعب سلم علی قبور الشہداء فقال سلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار" یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال احد تشریف لے جاتے جب پہاڑ کے درے پر پہنچتے تو شہداء کی قبر پر سلام کہتے اور فرماتے تم پر تمہارے صبر کی وجہ سے سلامتی ہو دار آخرت کیا ہی اچھا ہے۔ اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں محمد بن ابراہیم

سے روایت کی انہوں نے کہا "یعنی سرور دو عالم ﷺ ہر سال کے آخر میں شہداء کے مزارات پر تشریف لے جاتے اور فرماتے سلام علیکم آلایہ۔ آپ کے بعد حضرت صدیق و فاروق اور ذوالنورین ؓ اسی طرح کرتے تھے اور تفسیر کبیر میں ہے۔ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشھداء راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعہ ھکذا یفعلون" یعنی حضور اقدس ﷺ ہر سال کے آخر میں مزارات شہداء پر جلوہ افروز ہوتے اور آیت مذکورہ پڑھتے اسی طرح حضرات خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کرتے تھے الحاصل حق یہ ہے کہ تخصیصات مذکورہ (تیجا چالیسواں) تمام تعینات عادیہ ہیں کہ ہرگز جائے طعن و ملامت نہیں ہیں صرف اتنی بات کو حرام و بدعت کہنا واضح جہالت اور خطائے فاش ہے شاہ عبدالعزیز صاحب ؒ کے بھائی شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی مرحوم نے اپنے فتویٰ میں کیا خوب انصاف کی بات کی ہے اس کی عبارت اس طرح نقل کی گئی ہے (آپ سے) سوال (پوچھا گیا) بزرگوں کی فاتحہ میں کھانے کی تخصیص جیسے کہ امام حسین ؓ کی فاتحہ میں کھچڑا اور شیخ عبدالحق ؒ کی فاتحہ میں توشہ اسی طرح کھانے والوں کی تخصیص کا کیا حکم ہے (تو حضرت شاہ رفیع الدین نے) جواب (دیا کہ) فاتحہ و طعام بلاشبہ مستحسن ہے۔ تخصیص، تخصیص کا اختیاری فعل ہے جو منع کرنے کا باعث نہیں بن سکتا یہ تخصیصات عرفیہ اور عادیہ ہیں جو خاص مصلحتوں اور مخفی مناسبتوں کی بنا پر ابتدا" ظاہر ہوئیں، اور رفتہ رفتہ عام ہو گئیں الخ میں کہتا ہوں کہ اگر یہاں کوئی بھی دینی مصلحت نہ ہوتی تاہم مصلحت کے نہ ہونے کو خرابی کا ہونا لازم نہیں آتا کہ اس کام کا انکار کیا جاسکے ورنہ مباح کہاں جائے گا امام احمد نے مسند میں سند حسن سے ایک صحابیہ ؓ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ وصیام السبت لالک ولا علیک ہفتے کے دن کا روزہ نہ تیرے لیے اور نہ تجھ پر علماء نے اس کی شروح میں فرمایا لالک فیہ مزید ثواب و لا علیک فیہ ملام ولا عتاب نہ تیرے لیے اس میں زیادتی ثواب ہے اور نہ تجھ پر اس میں ملامت و عتاب ہے واضح ہو گیا کہ اگر کسی مخصص کے بغیر تخصیص مفید نہیں تو نقصان دہ بھی نہیں (ہمارا بھی) یہی مقصد ہے ہاں ہر وہ عام

آدمی (خاص آدمی صاحب علم ایسا گمان رکھے گا ہی نہیں) کہ اس تعین عادی کو تعیین شرعی جانے اور گمان کرے کہ ان دونوں کے علاوہ ایصال ثواب ہو ہی نہیں سکتا یا جائز نہیں یا ان دونوں میں ثواب زیادہ ہے تو وہ غلط کار ہے جاہل ہے اور اس گمان میں جھوٹا اور خطاوار ہے لیکن صرف اتنا گمان معاذ اللہ اصل ایمان میں خلل پیدا نہیں کرتا اور نہ ہی قطعی عذاب اور یقینی وعید کا موجب ہے جیسے کہ امام الطائفہ تقویت الایمان میں اعتقاد رکھتا ہے اور اسکی یہ کھلم کھلا جہالت اس عام آدمی کو جہالت سے بدرجہا بدتر ہے اس جاہل کا گمان جہالت و حماقت سے زائد نہیں مگر تقویت الایمان کا فیصلہ پر لے درجے کی گمراہی اور اعتزال ہے ولاحولا ل ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید اس جگہ بھی بے توفی' کم عقلی اور خرد کی کمی میں امام الطائفہ کا حصہ ظاہر ہے انہیں یہ گذارش کی جائے گی کہ صاحب علم جاہل کی طرح نہیں ہوتا (عالم کی غلطی زیادہ قبیح ہوتی ہے)

محافل ایصال ثواب کے اصلاح طلب پہلو

اسی طرح عوام اور خصوصاً" جہلاء نے ایصال ثواب کے بارے میں جو ناپسندیدہ امور پیدا کر رکھے ہیں مثلاً دکھلاوا۔ چرچا اور تفاخر مال داروں کو جمع کرنا اور فقراء کو منع کرنا اسے ہی تیجے میں ایک جماعت ایک جگہ بیٹھ جاتی ہے اور تمام لوگ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے ہیں اور قرآن مجید سننے کے فریضے کو ترک کر دیتے ہیں یہ تمام باتیں ممنوع' مکروہ اور ناروا ہیں علماء کو چاہیے کہ زائد خرابیوں پر لوگوں کو تنبیہہ کریں نہ کہ زبان کی تیزی اور روانی کے سہارے سے اصل کام ہی کو ختم کر دیں جیسے کہ اکثر عوام نماز میں خصوصاً" نوافل جنہیں وہ تنہا ادا کرتے ہیں ارکان نماز کو آہستہ آہستہ ادا کرنے اور دیگر ممنوعات کے عادی بن جاتے ہیں اسی بناء پر انہیں نماز ہی سے نہ روکا جائے گا بلکہ ان ناپسندیدہ عادات سے روکنا اور ڈرانا چاہیے اور نماز ادا کرنے کا شوق و رغبت دلانا چاہیے یہ مختصر تقریر اور قول فیصل مخالفین کے خواص اور اس طرف کے بعض عوام دونوں کو ناگوار ہو گا لیکن کیا کیا جائے کہ حق یہی ہے اور حق سے راہ فرار نہیں اللہ تعالیٰ ہی راہ راست کی

ہدایت فرمانیوالا ہے وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

محترم قارئین! خوب غور فرمایئے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کس قدر علم، تحقیق اور غیر جانبداری سے اصل مسئلہ واضح فرمایا ہے واقعی بدقسمتی سے ایصال ثواب کے نام پر بے شمار قباحتوں نے بھی آج کل رواج پکڑ لیا ہے "ناک کٹنے" کا خوف اس قدر دامن گیر ہوا جارہا ہے کہ قرض کے پہاڑ تلے دبتے چلے جانا تو منظور کرلیا لیکن قل خوانی اور چہلم کے موقع پر حلوے مانڈے، مرغ پلاؤ اور طرح طرح کے لوازمات کو چھوڑنا برداشت نہ کیا۔ اس طرح کے کئے گئے کام کا کتنا ثواب ہوگا؟ اور پھر اس کا کیا ایصال ثواب کیا جائے گا۔

لہٰذا چاہیے یہ کہ جس کے پاس رقم ہے اور مرنے والے کا حصہ ہے تو بے شک جس قدر باآسانی خیرات کرسکتا ہے کرے لیکن جس کے پاس کچھ نہیں وہ خواہ مخواہ قرض لے کر اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے گھاٹے کے سودے میں مبتلا نہ کرے۔ مرنے کی محفل کو کسی دعوت کا رنگ نہ دیا جائے۔ بلکہ عبادات بدنی کی طرف زیادہ توجہ مبذول کی جائے۔ اور عبادات مالیہ میں سے بھی سب کے سب کھانے پکانے کے بجائے کچھ رقم تعمیری کام جیسے مدارس کا قیام، دینی طلبہ کی معاونت، غریب مریضوں کا علاج معالجہ، بیواؤں، یتیموں کی خدمت اور دینی کتب کی اشاعت وغیرہ۔ تاکہ عصری ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔

زندگی اور موت

فرمودات :۔ حضرت واصف علی واصف رحمۃ اللہ علیہ

☆ موت سے زیادہ خوفناک شے موت کا ڈر ہے۔

☆ جو علاقہ زندگی کا ہے وہ سارا علاقہ موت کا ہے۔

☆ زندگی کا ایک نام ہے موت۔

☆ زندگی اپنا عمل ترک کر دے تو اسے موت کہتے ہیں۔

☆ زندگی کا آخری مرحلہ موت ہے۔

☆ موت نہ ہو تو شاید زندگی ایک طویل المیہ بن جائے۔

☆ زندگی صرف عمل ہی نہیں عرصہ بھی ہے۔

☆ اگر ہم زندگی کو دینے والے کا عمل مان لیں تو اس کے ختم ہونے کا اندیشہ نہ رہے گا۔

☆ زندگی دینے والا ہی زندگی لینے والا ہے۔

☆ موت فانی زندگی کو دائمی حیات میں بدل دیتی ہے۔

☆ موت کے لئے تیار رہو موت کا خوف نہ کرو۔

عقائد کی پختگی اور اعمال کی اصلاح کیلئے بہترین کُتب

زیورِ طبع سے آراستہ انمول خزانے

۱۔ آدابِ فرزندی — خواجہ غلام فخر الدین سیالوی
۲۔ فضائل قربانی — شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی
۳۔ امام احمد رضا، ایک ہمہ جہت شخصیت — مولانا کوثر نیازی
۴۔ جانِ جاناں — ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد (سندھ)
۵۔ عیدوں کی عید — ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد (سندھ)
۶۔ کنز الایمان کا تعارف اور موازنہ — علامہ الحاج ابو داؤد محمد صادق رضوی
۷۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی
۸۔ محمد خاتم النبیین — ملک محبوب الرسول قادری
۹۔ مصطفائی اخلاق — ملک محبوب الرسول قادری
۱۰۔ فضائل سیدہ فاطمۃ الزہرا — ملک محبوب الرسول قادری
۱۱۔ ذکر حسین علی جدہ وعلیہ السلام — ملک محبوب الرسول قادری
۱۲۔ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ — ملک محبوب الرسول قادری
۱۳۔ موت سے ایصالِ ثواب تک — ملک محبوب الرسول قادری
۱۴۔ تبلیغی جماعت سے اختلاف کیوں؟ — صاحبزادہ ظفر الحق بندیالوی
۱۵۔ فضائلِ شب قدر — صاحبزادہ حاجی محمد احمد چشتی
۱۶۔ ذکرِ مصطفےٰ اور مذاہبِ عالم — ملک محبوب الرسول قادری
۱۷۔ لباسِ نبوی — حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸۔ شہرِ بے مثال مدینۃ الرسول — ترجمہ، علامہ اکبر علی خان قادری

نوٹ: مفت تقسیم کرنے کے لیے مندرجہ بالا کتب اور رسائل کی اشاعت کے سلسلہ میں مخیر حضرات ہم سے رابطہ فرمائیں۔ شکریہ

محبوب قادری کی زیرِ طبع تصانیف

۱۔ رفعتوں کے آسماں
۲۔ نبی رحمت، شفیع امت
۳۔ معجزاتِ نبی کی ایک جھلک
۴۔ جشنِ میلاد کے تقاضے
۵۔ رسولِ مرسلاں مالک دوجہاں
۶۔ اسلام اور اسکے تقاضے
۷۔ اسلام کا نظام عدل و انصاف
۸۔ نعت اور آداب نعت
۹۔ نیر تاباں (حضرت شیخ احمد کبیر رفاعیؒ)
۱۰۔ روزے کا اسلامی تصور
۱۱۔ اسلامی عیدیں
۱۲۔ پنجتن کے گھرانے کی عظمت تو ذرا دیکھو
۱۳۔ علامہ اقبال اور حب رسول
۱۴۔ بلالے لااله
۱۵۔ حق چار یار
۱۶۔ عشقِ بلال
۱۷۔ مناقبِ غوثیہ
۱۸۔ قادریہ وظائف و اوراد
۱۹۔ تصوف اور مخالفین کی سازشیں
۲۰۔ مینارۂ نور (امام بریلوی)
۲۱۔ برصغیر میں سلسلہ چشتیہ کی خدمات
۲۲۔ تاجدار گولڑہ کے روحانی تصرفات
۲۳۔ قلندر لاہوری کا آفاقی پیغام
۲۴۔ قائد اعظم اور صوفیائے کرام
۲۵۔ نور نور چہرے
۲۶۔ انقلاب اسلامی، پاکستان کا مقدر
۲۷۔ انمول موتی
۲۸۔ وادی سون سکیسر کی سیر
۲۹۔ شاہِ ہمدانؒ، سیرت و تعلیمات
۳۰۔ مورخینِ اسلام

ملنے کا پتہ: بزمِ انوارِ رضا ۱۹۸/۴۔ جوہر آباد (پنجاب) پاکستان پوسٹ کوڈ ۴۱۲۰۰